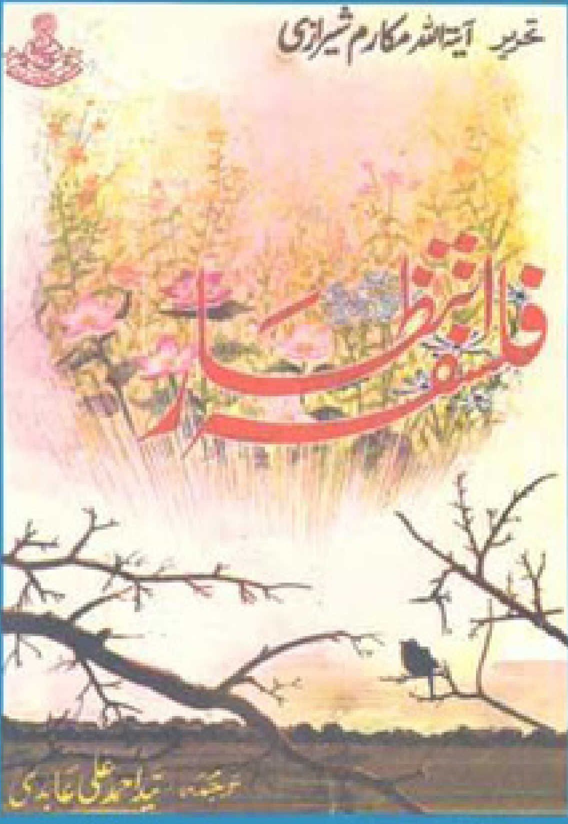
تحریر آیۃ اللہ مکارم شیرازی
فلسفۂ نماز
مترجم سید احمد علی عابدی

فہرست

پیش لفظ
انتظار
انتظار کا مفہوم
ظھور کی علامتیں
فتح کا انداز

فلسفۂ انتظار

مؤلف : مکارم شیرازی، ناصر (آیۃ اللہ)
مترجم / مصحح : احمد علی عابدی
ناشر : نور اسلام
نشر کی جگہ : فیض آباد ھندوستان
نشر کا سال : 1983
جلدوں کی تعداد : 1
صفحات : 104
سائز : رقعی
زبان : اردو

پیش لفظ

خداوند عالم نے جب انسان کو پیدا کیا تو اس کی مرضی یہ تھی کہ انسان ھدایت کی شاھراہ پر گامزن اور ضلالت و گمراھی کے راستوں سے دور رھے۔ اسی بنا پر خداوند عالم نے اس روئے زمین پر سب سے پہلے جس انسان کو بھیجا اس کو "رھبر" بنا کر بھیجا۔ تاکہ بعد میں آنے والے رھبر کی تلاش میں سرگرداں نہ رھیں۔

رھبر کے ساتھ ساتھ خداوند عالم نے ایك ایسا جامع نظام حیات بھی بھیجا جس کے تمام قانون فطرت کی بنیاد پر بنائے گئے ھیں، تاکہ قوانین پر عمل کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ یہ قوانین فطرت کے سانچے میں اس لئے ڈھالے گئے کہ ان پر عمل کرنے کے لئے بس ضمیر کی آواز کافی ھو اور رھبروں کی ذمہ داری توجہ دلانا ھو ۔۔ اس حقیقت کی طرف مولائے کائنات (ع) نے نہج البلاغہ میں ارشاد فرمایا ھے: ۔۔

انبیاء اس لئے مبعوث کیے گئے تاکہ وجود انسانی میں عقل کے پوشیدہ خزانوں کو سامنے لاسکیں"۔

جس وقت سے زمین آباد ھوئی ھے اس وقت سے آج تك کبھی ایسا نہیں ھوا کہ پوری زمین پر اللہ کی حکمرانی ھو، اور بس اسی کا قانون چل رھا ھو۔ ھاں جناب سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ضرور کچھ دن دنیا پر اللہ کے قوانین کی حکومت تھی۔ کچھ دن اس مدّت کے مقابلہ میں لکھا گیا جب الٰہی احکام کا نفاذ نہیں تھا۔

ایك طرف ھم یہ دیکھ رھے ھیں کہ شیطان کی مسلسل کوشش یہ ھے کہ الٰہی احکام نافذ نہ ھونے پائیں۔ ھدایت کی شاھراہ کے بجائے انسان ضلالت کی وادیوں میں ھاتھ پیر مارتا رھے اور اسی حالت میں جان دے دے۔

ھم یہ دیکھتے ھیں کہ گمراہ کرنے کا جو منصوبہ شیطان نے بنایا تھا وہ اس میں کافی حد تك کامیاب رھا اور آج تك الٰہی احکام ساری دنیا پر نافذ نہ ھوسکے۔

ایك مدت کے بعد خدا کے مخلص بندوں نے ایران سے شیطانی حکومت کو اکھاڑ پھینکا اور الٰہی احکام نافذ کئے۔ مگر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

شیطان نے اس حکومت کے خلاف اتنا زیادہ پروپیگنڈہ کیا کہ نزدیك کے ممالك بھی حقیقت حال سے آگاہ نہ ہوسکے اور اندیشہائے دور و دراز میں مبتلا نظر آتے ہیں۔
ہاں ایك سوال یہ ہوسکتا ہے کہ کیا تك یہی صورت حال رہے گی۔ ساری دنیا پر اللہ کے احکام نافذ نہ ہوپائیں گے، اور شیطان کی عمل داری قائم رہے گی؟۔
اگر اس سوال کا جواب مثبت ہے تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ الٰہی احکام میں اس کی لیاقت ہی نہیں کہ ساری دنیا پر ان کا نفاذ ہوسکے۔
وہ لوگ جو عقیدۂ مہدویت کے قائل نہیں ہیں ان کے پاس گذشتہ سوال کا جواب ہی نہیں۔
البتہ وہ افراد جو عقیدۂ مہدویت کو دل سے لگائے ہوئے ہیں، یقین کامل سے یہ بات کہتے ہیں کہ شیطان کی ساری ریشہ دوانیاں پس چند روزہ ہیں، باطل کی چمك دمك وقتی ہے۔
ایك دن یقیناً ایسا آئے گا جب اللہ کی آخری حجت کا ظہور ہوگا۔ روئے زمین پر صرف اللہ کے احکام نافذ ہوں گے۔ فطرت سے منحرف انسان اپنی فطرت کی طرف واپس آجائے گا، انسان کا ضمیر اتنا زیادہ بیدار ہوجائے گا کہ وہ انسان کو انحراف سے باز رکھے گا۔
حضرت ولی عصر (عج) کے سلسلے میں اس مختصر کتاب میں جامع معلومات فراہم کی گئی ہیں۔
اس کے پہلے ایڈیشن میں صرف "انتظار" کا فلسفہ بیان کیا گیا تھا۔ لیکن اس جدید ایڈیشن میں کئی نئے مباحث کا اضافہ کیا گیا ہے۔
انتظار" بھی استاد بزرگوار آیۃ اللہ مکارم شیرازی مدظلہ کے قلم کی تخلیق تھا اور جن نئے مباحث کا اضافہ کیا گیا ہے وہ بھی استاد بزرگوار کی گراں مایہ تصنیف "مہدی انقلابی بزرگ" سے اقتباس کیے گئے ہیں۔

نام: محمد
کنیت: ابو القاسم
القاب: مہدی، صاحب الزمان، قائم، منتظر، ولی عصر، بقیۃ اللہ...
والد بزرگوار: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام
والدۂ ماجدہ: جناب نرجس خاتون
تاریخ ولادت: 15/ شعبان، 255 ہجری
جائے ولادت: سامراء (عراق)
غیبت صغریٰ: 260 ہجری
غیبت صغریٰ میں امام علیہ السلام کے نائبین:
(1) ابو عمر عثمان بن سعید العمری (ربیع الاول 260 - شعبان 265)
(2) ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید العمری _شعبان 265 - جمادی الاولیٰ 305)
(3) ابو القاسم حسین بن روح النوبختی (جمادی الاولیٰ 305 - شعبان 326)
(4) ابوالحسن علی بن محمد السمری (شعبان 326 - شعبان 329)
329 ہجری کے بعد غیبت صغریٰ تمام ہوگئی۔
غیبت صغریٰ میں امام علیہ السلام عام نگاہوں سے پوشیدہ تھے۔ مگر ان نائبین کے ذریعہ امام تك رسائی ممکن تھی۔ یہ نائبین لوگوں کے مسائل امام کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور امام جواب مرحمت فرمادیتے تھے۔ ایك نائب کے انتقال کے بعد دوسرے نائب کا تعین فرمادیتے تھے۔ لیکن ابوالحسن السمری کے انتقال سے چند دن پہلے آپ نے توقیع میں تحریر فرمایا کہ:
اسی ہفتہ تمہارا انتقال ہوجائے گا، تم کسی کو نائب معین نہ کرنا۔۔۔۔
غیبتِ کبریٰ شروع ہونے والی ہے، خدا کے حکم سے ظہور ہوگا۔ اس دوران جو میری ملاقات کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔"
غیبت صغریٰ کے بعد نیابت خاصہ کا دور ختم ہوگیا۔ غیبت کبریٰ میں نیابت عامہ کا آغاز ہوا۔ غیبت کبریٰ میں امام نے دین کے تحفظ کی ذمہ داری کسی خاص فرد پر نہیں بلکہ عادل فقہاء پر عائد فرمائی ہے۔
ایك توقیع میں امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جدید مسائل کے بارے میں ہماری احادیث کے راوی (فقہاء) کی طرف رجوع کرو، کیونکہ یہ میری طرف سے تم لوگوں پر حجت ہیں اور میں خدا کی طرف سے ان پر حجت ہوں، ان کی بات کو رد کرنا میری بات کا رد کرنا ہے۔"
گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں اس لئے تحریف کا شکار ہوگئیں کہ اس وقت ایسے امین فقہاء نہ تھے -- لائق صد آفریں ہیں وہ فقہاء جنھوں نے دین کو تحریف سے محفوظ رکھا اور ہم تك دین پہونچایا -- اور اس اسلام دشمن دور میں اسلام کا پرچم بلند کیے ہوئے ہیں۔ سلام ہو ان فقہاء پر۔
جس دن ان کی ولادت ہوئی، جس دن ان کی وفات ہوئی اور جس دن وہ محشور کیے جائیں گے۔
آئیے حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ کے اقوال پر ایك نظر ڈالیں، اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔
میرا وجود غیبت میں بھی لوگوں کے لیے ایسا ھی مفید ہے جیسے آفتاب بادلوں کی اوٹ سے۔
میں زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھردوں گا جس طرح وہ ظلم و جود سے بھر گئی ہے۔
ظہور میں تعجیل کے لئے دعا مانگو کیونکہ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔
جو لوگ ہمارے اموال کو مشتبہ اور مخلوط کیے ہوئے ہیں، جو کوئی بھی اس میں سے ذرہ برابر بلا استحقاق کھائے گا گویا اس نے اپنا شکم آگ سے پر کیا۔
میں اهل زمین کے لئے اس طرح باعثِ امان ہوں جس طرح ستارے اهل آسمان کے لئے۔
ہمارا علم تمھارے سارے حالات پر محیط ہے اور تمھاری کوئی چیز ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔
ہم تمھاری خبر گیری سے غافل نہیں ہیں اور نہ تمھاری یاد اپنےدل سے نکال سکتے ہیں۔
ہر وہ کام کرو جو تمھیں ہم سے نزدیك کردے اور ہر اس عمل سے پرہیز کرو جو ہمارے لئے بار خاطر اور ناراضگی کا سبب ہو۔
تم میں کوئی تقویٰ اختیار کرے گا اور مستحق تك اس کا حق پہونچائے گا وہ آنے والی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔
اگر ہمارے چاھنے والے اپنے عہد و پیمان کی وفا کرتے تو ہماری ملاقات میں تاخیر نہ ہوتی۔ اور ہماری زیارت انھیں جلد نصیب ہوتی۔
ہمیں تم سے کوئی چیز دور نہیں کرتی مگر وہ جو ہمیں ناگوار اور ناپسند ہیں۔
نماز شیطان کو رسوا کردیتی ہے، نماز پڑھو اور شیطان کو رُسوا کرو۔
تعجب ہے ان لوگوں کی نماز کیسے قبول ہوتی ہے جو سورہ انّا انزلناہ کی تلاوت نہیں کرتے۔
ملعون ہے ملعون وہ شخص جو نماز مغرب میں اتنی تاخیر کرے کہ تارے خوب کھل جائیں۔
اور ملعون ہے، ملعون ہے وہ شخص جو نماز صبح میں اتنی تاخیر کرے جب کہ تمام ستارے غائب ہوجائیں۔

بطورِ ابتداء

آج دانش ور حضرات یہ کہتے ہوئے نظر آرہے ہیں کہ اگر دنیا کی یہی حالت رہی اور اسی رفتار سے مہلك ہتھیاروں میں اضافہ ہوتا رہا تو دنیا بہت جلد نیست و نابود ہوجائے گی۔ دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہوسکتا۔
اگر دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے تو اس کی بس ایك صورت ہے اور وہ یہ کہ دنیا سے ممالك کی تقسیم اور جغرافیائی حد بندیاں ختم ہوجائیں، پوری دنیا پر صرف ایك حکومت ہو اور بس یہی ایك صورت ہے جس کی بنا پر امن قائم ہوسکتا ہے۔ آج نہیں تو کچھ دنوں بعد ضرور یہ حقیقت بالکل واضح ہوجائے گی۔
ایك سوال ذہن میں کروٹیں لیتا ہے کہ اس عظیم حکومت کی رہبری کس کے سپرد ہو، زمام حکومت کس کے ہاتھوں میں ہو۔؟
زمامِ حکومت بس اسی کے ہاتھوں میں ہونا چاهیئے جس نے اپنے اوپر پورا اختیار ہو، جو جذبات پر باقاعدہ مسلط ہو۔ جذبات میں بہہ جانے والا، خواهشات کے سمندر میں غرق ہوجانے والا کبھی صحیح رہبری نہیں کرسکے گا۔ خواهشات کا پابند ہونے کا مطلب یہی ہے کہ عدل و انصاف کا دامن اس کے ہاتھوں سے چھوٹ جائے، تو اس میں امن کہاں قائم ہوسکتا ہے۔
اگر دنیا کے عام انسان اس عظیم رہبری کی صلاحیت رکھتے ہوتے تو دنیا کب کی گہوارۂ امن بن چکی ہوتی۔
ضرورت ہے ایك ایسے رہبر کی جسے ہم اصطلاحاً معصوم کہتے ہیں۔
اس بات پر دنیا کے تمام مسلمان متفق ہیں کہ قبل ایك ایسے انسان کا ظہور ہوگا جو معصوم ہوگا، ساری دنیا پر اس کی حکومت ہوگی، جس کے نتیجہ یہ میدانِ جنگ گہوارۂ امن میں تبدیل ہوجائے گا۔
اختلاف صرف اس بات کا ہے کہ وہ عظیم انسان پیدا ہوچکا ہے، یا پیدا ہوگا۔؟ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ عظیم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انسان 256 ھجری میں اس دنیا میں آچکا ھے، اور اس وقت وہ پردۂ غیبت میں ھے، جس کا ھم لوگ انتظار کر رھے ھیں۔
کیا ایك انسان اتنے دنوں تك زندہ رہ سکتا ھے۔؟
اگر وہ زندہ ھے تو ھمیں دکھائی کیوں نہیں دیتا۔؟
ارادہ تو یہی تھا کہ اس مقدمہ میں اس قسم کے سوالات کا معقول اور اطمینان بخش جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیا جائے مگر اس صورت میں کتاب کافی طویل ھوجاتی۔ جس کی بنا پر صرف نظر کرنا پڑا۔ اگر توفیق خداوندی شاملِ حال رھی تو انشاء اللہ عنقریب ان موضوعات کو پیش کیا جائے گا۔
ایك سوال اور ھوتا ھے، اور وہ یہ کہ:
اگر ایك امامِ غائب کا عقیدہ ایك خالص اسلامی عقیدہ ھے اور امام کا انتظار کرنا ایك عظیم عبادت ھے تو اس انتظار کا فائدہ کیا ھے۔ اور اس عقیدے کے اثرات انسانی زندگی پر کیا ھیں۔؟
اس سوال کا مفصل جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کتابچے میں ملے گا۔
اس کتابچے کو استاد محترم دانشمند عالی قدر حضرت علامہ الحاج آقائ ناصر مکارم شیرازی دام ظلہ العالی نے تحریر فرمایا ھے۔ آپ کا شمار "حوزہ علمیہ قم" (ایران) کے صفِ اوّل کے اساتذہ کرام میں ھوتا ھے،آپ کے جلسہ درس میں سیکڑوں با فضل طلاب علوم شرکت کرتے ھیں، اور آپ کے سر چشمۂ علم و کمال سے اپنے لئے بقدر طرف ذخیرہ کرتے ھیں۔ جہاں آپ "حوزہ علمیہ قم" کے طلاب علم کو معارف اسلامی سے آشنا کرتے ھیں، وھاں آپ ایران کے گوشہ و کنار میں لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے آشنا کرانے کے لئے کثیر تعداد میں مبلغین ارسال فرمایا کرتے ھیں اور ان کے تمام مصارف خود برداشت کرتے ھیں۔
حضرت استاد محترم نے سب سے پہلے ایك ایسے درسِ عقائد کی بنیاد رکھی جس کی روشنی میں آج کی ترقی یافتہ اور متمدن دنیا کو اسلامی عقائد سے روشناس کرایا جاسکے۔ آپ نے بہت ھی نایاب انداز سے ان اعتراضات کا جواب دیا ھے جو آج کی دنیا اسلامی عقائد پر وارد کرتی ھے۔ یہ آپ کا شاھکار ھے کہ آپ نے اسلامی عقائد اور دیگر مذاھب کے عقائد کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ھے، جس میں اسلام کی برتری روزِ روشن کی طرح نظر آتی ھے اس درس کے نتیجہ میں متعدد علمی اور فلسفی کتابیں منظر عام پر آئیں، اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں تحریر فرمائی ھیں جن میں سے ھر ایك اپنی جگہ مستقل حیثیت کی مالك ھے۔
لاکھوں کی تعداد میں شائع ھونے والا علمی، فلسفی، دینی اور اخلاقی ماھنامہ "مکتب اسلام" آپ ھی کی علمی کاوشوں کا نتیجہ ھے۔
آپ بھی شاہ ایران کی ظالم و جابر حکومت کے ھاتھوں محفوظ نہ رھے، صرف اس لئے کہ آپ لوگوں تك اسلامی تعلیمات نہ پہونچاسکیں اور آپ کا مشن ناکام ھوجائے آپ کو مختلف شہروں میں شہر بدر کیا جاتا رھا، لیکن آپ اپنے عزم و ارادے سے ذرا بھی پیچھے نہ ھٹے بلکہ پہلے سے زیادہ عزم و استقلال کے ساتھ آگے بڑھتے رھے۔ آپ کی زندگی کے حالات کے لئے خود ایك مستقل کتاب کی ضرورت ھے۔
ھم بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ھیں کہ محمد وآل محمد علیہم السلام کے تصدق میں موصوف کو ھمیشہ مصائب و مشکلات سے محفوظ رکھے، طویل عمر عنایت فرمائے، آپ کے مقاصد کو دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب ھو۔ اور ھم لوگ بھی آپ کی زندگی سے کچھ سبق حاصل کرسکیں۔ آمین یا رب العالمین۔
صاحبان نظر سے استدعا ھے کہ اگر کوئی اشتباہ ھو یا کوئی چیز باقی رہ گئی ھو، تو براہِ کرم حقیر کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کا ازالہ ھوسکے۔ انسان کی کمزوریاں صحیح و سالم انتقاد سے دور ھوا کرتی ھیں۔
خدایا! توفیق عطا فرما کہ تیری راہ میں قدم اٹھا سکیں۔
لوگوں تك تیرا پیغام پہونچاسکیں، تو ھی بہترین توفیق دینے والا ھے۔

ناچیز مترجم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انتظار

سارے کے سارے مسلمان ایك ایسے "مصلح" کے انتظار میں زندگی کے رات دن گذارے رھے ھیں جس کی خصوصیات یہ ھیں:-

(1) عدل و انصاف کی بنیاد پر عالم بشریت کی قیادت کرنا، ظلم و جور، استبداد و فساد کی بساط ھمیشہ کے لئے تہ کرنا۔

(2) مساوات و برادری کا پرچار کرنا۔

(3) ایمان و اخلاق، اخلاص و محبّت کی تعلیم دینا۔

(4) ایك علمی انقلاب لانا۔

(5) انسانیت کو ایك حیاتِ جدید سے آگاہ کرانا۔

(6) ھر قسم کی غلامی کا خاتمہ کرنا۔

اس عظیم مصلح کا اسم مبارك مھدی (عج) ھے، پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں ھے۔

اس کتابچے کی تالیف کا مقصد یہ نہیں ھے کہ گزشتہ خصوصیات پر تفصیلی اور سیر حاصل بحث کی جائے، کیونکہ ھر ایك خصوصیت ایسی ھے جس کے لئے ایك مکمل کتاب کی ضرورت ھے۔

مقصد یہ ھے کہ "انتظار" کے اثرات کو دیکھا جائے اور یہ پہچانا جاسکے کہ صحیح معنوں میں منتظر کون ھے اور صرف زبانی دعویٰ کرنے والے کون ھیں، اسلامی روایات و احادیث جو انتظار کے سلسلے میں وارد ھوئی ھیں، یہ انتظار کو ایك عظیم عبادت کیوں شمار کیا جاتا ھے۔؟

غلط فیصلے

سب سے پہلے یہ سوال سامنے آتا ھے کہ انتظار کا عقیدہ، کیا ایك خالص اسلامی عقیدہ ھے یا یہ عقیدہ شکست خوردہ انسانوں کی فکر کا نتیجہ ھے۔؟ یا یوں کہا جائے کہ اس عقیدہ کا تعلق انسانی فطرت سے ھے، یا یہ عقیدہ انسانوں کے اوپر لادا گیا ھے۔؟

بعض مستشرقین کا اس بات پر اصرار ھے کہ اس عقیدے کا تعلق انسانی فطرت سے نہیں ھے بلکہ یہ عقیدہ شکست خوردہ ذھنیت کی پیداوار ھے۔

بعض مغرب زدہ ذھنیتوں کا نظریہ ھے کہ یہ عقیدہ خالص اسلامی عقیدہ نہیں ھے بلکہ یہودی اور عیسائی طرز فکر سے حاصل کیا گیا ھے۔

مادّہ پرست اشخاص کا کہنا ھے ك اس عقیدے کی اصل و اساس اقتصادیات سے ھے۔ صرف فقیروں، مجبوروں، ناداروں اور کمزوروں کو بہلانے کے لئے یہ عقیدہ وجود میں لایا گیا ھے۔

حقیقت یہ ھے ك اس عقیدے کا تعلق انسانی فطرت سے ھے اور یہ ایك خالصِ اسلامی نظریہ ھے، دوسرے نظریات کی وجہ یہ ھے کہ جن لوگوں نے اس عقیدہ کے بارے میں اظھار رائے کیا ھے، اگر ان کو متعصب اور منافع پرست نہ کہا جاسکے تو یہ بات بہر حال مانی ھوئی ھے کہ ان لوگوں کی معلومات اسلامی مسائل کے بارے میں بہت زیادہ محدود ھیں۔

ان محدود معلومات کی بنا پر یہ عقیدہ قائم کرلیا ھے کہ ھم نے سب کچھ سمجھ لیا ھے اور اپنے کو اس بات کا مستحق قرار دے لیتے ھیں کہ اسلامی مسائل کے بارے میں اظھار نظر کریں، اس کا نتیجہ وھی ھوتا ھے جسے آپ ملاحظہ فرما رھے ھیں۔ بدیہی بات ھے کہ محدود معلومات کی بنیادوں پر ایك آخری نظریہ قائم کرلینا کہاں کی عقلمندی ھے، آخری فیصلہ کرنے کا حق صرف اس کو ھے جو مسئلے کے اطراف و جوانب سے باقاعدہ واقف ھو۔

بعض لوگوں کا کہنا ھے کہ ھمیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ اس عقیدے کی بنیاد کیا ھے، ھمارا سوال تو صرف یہ ھے کہ اس عقیدے کا فائدہ کیا ھے؟ اور اس کے اثرات کیا ھیں؟

ھم نے جو دیکھا وہ یہ ھے کہ جو لوگ اس عقیدے کو دل سے لگائے ھوئے ھیں وہ ھمیشہ رنج و محن کا شکار ھیں اور ان کی زندگیاں مصائب برداشت کرتے گذرتی ھیں ذمہ داریوں کو قبول کرنے سے بھاگتے ھیں، فساد کے مقابل ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رھتے ھیں اور اس کی سعی و کوشش بھی نہیں کرتے کہ فساد ختم بھی ھوسکتا ھے ظلم کا ڈٹ کر مقابلہ بھی کیا جاسکتا ھے، ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ایسی کوئی فکر ھی نہیں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس عقیدے کی بنیاد جو بھی ہو مگر اس کے فوائد و اثرات خوش آیند نہیں ھیں یہ عقیدہ انسان کو اور زیادہ کاھل بنا دیتا ھے۔
اگر ایك دانش ور کسی مسئلے میں فیصلہ کرنا چاھتا ھے اور صحیح نظریہ قائم کرنا چاھتا ھے تو اس کے لئے ضروری ھے کہ وہ اس مسئلے کے اطراف و جوانب کا باقاعدہ مطالعہ کرے، اس کے بعد ھی کوئی صحیح نظریہ قائم ھوسکتا ھے۔
آئیے پہلے ھم خود اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر غور کریں کہ اس عقیدے کی بنیاد کیا ھے؟ کیا واقعاً یہ عقیدہ شکست خوردہ ذھنیت کے افکار کا نتیجہ ھے؟ یا اس کی بنیاد اقتصادیات پر ھے؟ یا پھر اس کا تعلق انسان کی فطرت سے ھے؟ اس عقیدے کے اثرات مفید ھیں یا نقصان رساں؟۔

انتظار اور فطرت

بعض لوگوں کا قول ھے کہ اس عقیدے کی بنیاد فطرت پر نہیں ھے بلکہ انسان کے افکار پریشاں کا نتیجہ ھے اس کے باوجود اس عقیدے کی اصل و اساس انسانی فطرت ھے، اس نظریے کی تعمیر فطرت کی بنیادوں پر ھوئی ھے۔
انسان دو راستوں سے اس عقیدے تك پہونچتا ھے۔ ایك اس کی اپنی فطرت ھے اور دوسرے اس کی عقل۔ فطرت و عقل دونوں ھی انسان کو اس نظریے کی دعوت دیتے ھیں۔
انسان فطری طور پر کمال کا خواھاں ھے، جس طرح سے فطری طور پر اس میں یہ صلاحیت پائی جاتی ھے کہ وہ جن چیزوں کو نہیں جانتا ان کے بارے میں معلومات حاصل کرے، اسی طرح وہ فطری طور پر اچھائیوں کو پسند کرتا ھے اور نیکی کو پسند کرتا ھے۔
بالکل اسی طرح سے انسان میں کمال حاصل کرنے کا جذبہ بھی پایا جاتا ھے۔ یہ وہ جذبہ ھے جو زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ھے، اسی جذبے کے تحت انسان اس بات کی کوشش کرتا ھے کہ وہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرسکے کیونکہ وہ جتنا زیادہ علم حاصل کرے گا اتنا ھی زیادہ اس میں کمال نمایاں ھوگا۔ اسی جذبے کے تحت اس کی یہ خواھش ھوتی ھے کہ لوگوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ نیکی کرے، انسان فطری طور پر نیك طینت اور نیك اشخاص کو پسند کرتا ھے۔
کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تقاضے ایك شکست خوردہ ذھنیت کا نتیجہ ھیں، یا ان کی بنیاد اقتصادیات پر ھے، یا ان کا تعلق وراثت اور ترتیب وغیرہ سے ھے ھاں یہ ضرور ھے کہ وراثت اور ترتیب ان تقاضوں میں قوت یا ضعف ضرور پیدا کرسکتی ھیں لیکن ان جذبات کو ختم کردینا ان کے بس میں نہیں ھے کیونکہ ان کا وجود ان کا مرھونِ منّت نہیں ھے۔ ان تقاضوں کے فطری ھونے کی ایك دلیل یہ بھی ھے کہ تاریخ کے ھر دور اور ھر قوم میں یہ تقاضے پائے جاتے ھیں کیونکہ اگر یہ تقاضے فطری نہ ھوتے تو کہیں پائے جاتے اور کہیں نہ پائے جاتے۔ انسانی عادتوں کا معاملہ اس کے برعکس ھے کہ ایك قوم کی عادت دوسری قوم میں نہیں پائی جاتی، یا ایك چیز جو ایك قوم میں عزّت کی دلیل ھے وھی دوسری قوم میں ذلّت کا باعث قرار پاتی ھے۔
کمال، علم و دانش، اچھائی اور نیکی سے انسان کا لگاؤ ایك فطری لگاؤ ھے جو ھمیشہ سے انسانی وجود میں پایا جاتا ھے، دنیا کی تمام اقوام اور تمام ادوار تاریخ میں ان کا وجود ملتا ھے۔ عظیم مصلح کا انتظار انھیں جذبات کی معراجِ ارتقاء ھے۔
یہ کیوں کر ممکن ھے کہ انسان میں یہ جذبات تو پائے جائیں مگر اس کے دل میں انتظار کے لئے کوئی کشش نہ ھو، انسانیت و بشریت کا قافلہ اس وقت تك کمالات کے ساحل سے ھم کنار نہیں ھوسکتا جب تك کسی ایسے مصلح بزرگ کا وجود نہ ھو۔
اب یہ بات بھی واضح ھوجاتی ھے کہ یہ عقیدہ شکست خوردہ ذھنیت کا نتیجہ نہیں ھے بلکہ انسانی ضمیر کی آواز ھے اس کا تعلق انسان کی فطرت سے ھے۔
ھم یہ دیکھتے ھیں کہ انسانی بدن کا ھر حصہ انسان کے جسمی کمالات پر اثر انداز ھوتا ھے ھمیں کوئی ایسا عضو نہیں ملے گا جو اس کی غرض کے پورا کرنے میں شریك نہ ھو، ھر عضو اپنی جگہ انسانی کمالات کے حاصل کرنے میں کوشاں ھے۔ اسی طرح روحی اور معنوی کمالات کے سلسلے میں روحانی خصوصیات اس مقصد کے پورا کرنے میں برابر کے شریك ھیں۔
انسان خطرناك چیزوں سے خوف کھاتا ھے یہ روحانی خصوصیت انسان کے وجود کو ھلاکت سے بچاتی ھے اور انسان کے لئے ایك سپر ھے حوادث کا مقابلہ کرنے کے لئے
غصہ انسان میں دفاعی قوت کو بڑھا دیتا ھے، تمام طاقتیں سمٹ کو ایك مرکز پر جمع ھوجاتی ھیں جس کی بناء پر انسان چیزوں کو تباہ ھونے سے بچا تا ھے اور فائدہ کو تباہ ھونے سے محفوظ رکھتا ھے، دشمنوں پر غلبہ حاصل کرتا ھے۔
اسی طرح سے انسان میں روحی اور معنوی طور پر کمال حاصل کرنے کا جذبہ پایا جاتا ھے، انسان فطری طور پر عدل و

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انصاف، مساوات اور برادری کا خواھاں ھے، یہ وہ جذبات ھیں جو کمالات کی طرف انسان کی رھبری کرتے ھیں۔ انسان میں ایك ایسا ولولہ پیدا کردیتے ھیں، جس کی بناء پر وہ ھمیشہ روحانی و معنوی مدارج ارتقاء کو طے کرنے کی فکر میں رھتا ھے، اس کے دل میں یہ آرزو پیدا ھوجاتی ھے کہ وہ دن جلد آئے جب ساری دنیا عدل و انصاف مساوات و برادری، صدق و صفا، صلح و مروت سے بھر جائے ظلم و جور کی بساط اس دنیا سے اٹھ جائے اور ستم و استبداد رختِ سفر باندھ لے۔

یہ بات بھی سب کو معلوم ھے کہ انسان کا وجود اس کائنات سے الگ نہیں ھے بلکہ اسی نظام کائنات کا ایك حصہ ھے، یہ ساری کائنات انسان سمیت ایك مکمل مجموعہ ھے جس میں زمین ایك جزو آفتاب و ماھتاب ایك جزء اور انسان ایك جزء ھے۔

چونکہ ساری کائنات میں ایك نظام کار فرما ھے لھٰذا اگر انسانی وجود میں کوئی جذبہ پایا جاتا ھے تو یہ اس بات کی دلیل ھے کہ اس جذبے کا جواب خارجی دنیا میں ضرور پایا جاتا ھے۔

اسی بناء پر جب ھمیں پیاس لگتی ھے تو ھم خود بخود پانی کی تلاش میں نکل پڑتے ھیں اسی جذبے کے تحت ھمیں اس بات کا یقین ھے کہ جہاں جہاں پیاس کا وجود ھے وھاں خارجی دنیا میں پیاس کا وجود ضرور ھوگا۔ اگر پانی کا وجود نہ ھوتا تو ھرگز پیاس نہ لگتی۔ اگر ھم اپنی کوتاھیوں کی بناء پر پانی تلاش نہ کرپائیں تو یہ اس بات کی ھرگز دلیل نہ ھوگی کہ پانی کا وجود نہیں ھے، پانی کا وجود ھے البتہ ھماری سعی و کوشش ناقص ھے۔

اگر انسان میں فطری طور پر علم حاصل کرنے کا جذبہ پایا جاتا ھے تو ضرور خارج میں اس شے کا وجود ھوگا جس کا علم انسان بعد میں حاصل کرے گا۔

اسی بنیاد پر اگر انسان ایك ایسے عظیم مصلح کے انتظار میں زندگی بسر کر رھا ھے جو دنیا کے گوشے گوشے کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ چپہ چپہ نیکیوں کا مرقع بن جائے گا، تو یہ بات واضح ھے کہ انسانی وجود میں یہ صلاحیت پائی جاتی ھے، یہ انسانی سماج ترقی اور تمدن کی اس منزلِ کمال تك پہونچ سکتا ھے تبھی تو ایسے عالمی مصلح کا انتظار انسان کی جان و روح میں شامل ھے۔

عالمی مصلح کے انتظار کا عقیدہ صرف مسلمانوں کے ایك گروہ سے مخصوص نہیں ھے بلکہ سارے مسلمانوں کا یہی عقیدہ ھے۔ اور صرف مسلمانوں ھی تك یہ عقیدہ منحصر نہیں ھے بلکہ دنیا کے دیگر مذاھب میں بھی یہ عقیدہ پایا جاتا ھے۔ اس عقیدے کی عمومیت خود اس بات کی دلیل ھے کہ یہ عقیدہ شکست خوردہ ذھنیت کا نتیجہ نہیں ھے اور نہ ھی اقتصادیات کی پیداوار ھے کیونکہ جو چیزیں چند خاص شرائط کے تحت وجود میں آتی ھیں ان میں اتنی عمومیت نہیں پائی جاتی۔ ھاں صرف فطری مسائل ایسی عمومیت کے حامل ھوتے ھیں کہ ھر قوم و ملّت اور ھر جگہ پائے جائیں۔ اسی طرح سے عیقدے کی عمومیت اس بات کی زندہ دلیل ھے کہ اس عقیدے کا تعلق انسان کی فطرت سے ھے۔ انسان فطری طور پر ایك عالمی مصلح کے وجود کا احساس کرتا ھے جب اس کا ظھور ھوگا تو دنیا عدل و انصاف کا مرقع ھوجائے گی۔

عالمی مصلح اور اسلامی روایات

ایك ایسی عالمی حکومت کا انتظار جو ساری دنیا میں امن و امان برقرار کرے، انسان کو عدل و انصاف کا دلدادہ بنائے، یہ کسی شکست خوردہ ذھنیت کی ایجاد نہیں ھے، بلکہ انسان فطری طور پر ایسی عالمی حکومت کا احساس کرتا ھے۔ یہ انتظار ضمیر انسانی کی آواز ھے ایك پاکیزہ فطرت کی آرزو ھے۔

بعض لوگوں کا نظریہ ھے کہ یہ عقیدہ ایك خالص اسلامی عقیدہ نہیں ھے بلکہ دوسرے مذاھب سے اس کو اخذ کیا گیا ھے، یا یوں کہا جائے کہ دوسروں نے اس عقیدے کو اسلامی عقائد میں شامل کردیا ھے۔ ان لوگوں کا قول ھے کہ اس عقیدے کی کوئی اصل و اساس نہیں ھے۔ دیکھنا یہ ھے کہ یہ فکر واقعاً ایك غیر اسلامی فکر ھے جو رفتہ رفتہ اسلامی فکر بن گئی ھے؟ یا در اصل یہ ایك خالص اسلامی فکر ھے۔

اس سوال کا جواب کس سے طلب کیا جائے۔ آیا ان مستشرقین سے اس کا جواب طلب کیا جائے جن کی معلومات اسلامیات کے بارے میں نہایت مختصر اور محدود ھیں۔ یہیں سے مصیبت کا آغاز ھوتا ھے کہ ھم دوسروں سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ یہ بالکل ایسا ھی ھے جیسے کوئی شخص اس آدمی سے پانی طلب نہ کرے جو دریا کے کنارے ھے بلکہ ایك ایسے شخص سے پانی طلب کرے جو دریا سے کوسوں دُور ھے۔

یہ بات بھی درست نہیں ھے کہ مستشرقین کی باتوں کو بالکل کفر و الحاد تصور کیا جائے اور ان کی کوئی بات مانی ھی نہ جائے، بلکہ مقصد صرف یہ ھے کہ "اسلام شناسی" کے بارے میں ان کے افکار کو معیار اور حرفِ آخر تصور نہ کیا جائے۔ اگر ھم تکنیکی مسائل میں علمائے غرب کا سہارا لیتے ھیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ھم اسلامی مسائل کے بارے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں بھی ان کے سامنے دستِ سوال دراز کریں۔
ھم علمائے غرب کے افکار کو اسلامیات کے بارے میں معیار اس لیے قرار نہیں دے سکتے کہ ایك تو ان کی معلومات اسلامی مسائل کے بارے میں نہایت مختصر اور محدود ھے، جس کی بنا پر ایك صحیح نظریہ قائم کرنے سے قاصر ھیں۔ دوسری وجہ یہ ھے کہ یہ لوگ تمام اسلامی اصول کو مادی اصولوں کی بنیاد پر پرکھنا چاھتے ھیں، ھر چیز میں مادی فائدہ تلاش کرتے ھیں۔ بدیہی بات ھے کہ اگر تمام اسلامی مسائل کو مادیت کی عینك لگا کر دیکھا جائے تو ایسی صورت میں اسلامی مسائل کی حقیقت کیا سمجھ میں آئے گی۔
اسلامی روایات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ھوجاتی ھے کہ "انتظار" کا شمار ان مسائل میں ھے جن کی تعلیم خود پیغمبر اسلام (ص) نے فرمائی ھے۔
حضرت امام مہدی علیہ السلام کی انقلابی مہم کے سلسلے میں روایات اتنی کثرت سے وارد ھوئی ھیں کہ کوئی بھی انصاف پسند صاحبِ تحقیق ان کے "تواتر" سے انکار نہیں کرسکتا ھے۔ شیعہ اور سُنّی دونوں فرقوں کے علماء نے اس سلسلے میں متعدد کتابیں لکھی ھیں اور سب ھی نے ان روایات کے "متواتر" ھونے کا اقرار کیا ھے۔ ھاں صرف "ابن خلدون" اور "احمد امین مصری" نے ان روایات کے سلسلے میں شك و شبہ کا اظھار کیا ھے۔ ان کی تشویش کا سبب روایات نہیں ھیں بلکہ ان کا خیال ھے کہ یہ ایسا مسئلہ ھے جسے اتنی آسانی سے قبول نہیں کیا جاسکتا ھے۔
اس سلسلہ میں اس سوال و جواب کا ذکر مناسب ھوگا جو آج سے چند سال قبل ایك افریقی مسلمان نے مکہ معظمہ میں جو عالمی ادارہ ھے، اس سے کیا تھا۔ یہ بات یاد رھے کہ یہ ادارہ وھابیوں کا ھے اور انھیں کے افکار و نظریات کی ترجمانی کرتا ھے۔ سب کو یہ بات معلوم ھے کہ وھابی اسلام کے بارے میں کس قدر سخت ھیں، اگر یہ لوگ کسی بات کو تسلیم کرلیں تو اس سے اندازہ ھوگا کہ یہ مسئلہ کس قدر اھمیت کا حامل ھے اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ھے۔ اس جواب سے یہ بات بالکل واضح ھوجاتی ھے کہ حضرت امام مہدی (ع) کا انتظار ایك ایسا مسئلہ ھے جس پر دنیا کے تمام لوگ متفق ھیں، اور کسی کو بھی اس سے انکار نہیں ھے۔ وھابیوں کا اس مسئلہ کو قبول کرلینا اس بات کی زندہ دلیل ھے کہ اس سلسلہ میں جو روایات وارد ھوئی ھیں ان میں کسی قسم کے شك و شبہ کی گنجائش نہیں ھے۔ ذیل میں سوال اور جواب پیش کیا جاتا ھے۔

حضرت امام مہدی (ع) کے ظھور پر زندہ دلیلیں
چند سال قبل کینیا (افریقہ) کے ایك باشندے بنام "ابو محمد" نے "ادارہ رابطہ عالم اسلامی" سے حضرت مہدی (ع) کے ظھور کے بارے میں سوال کیا تھا۔
اس ادارے کے جنرل سکریٹری "جناب محمد صالح اتغزاز" نے جو جواب ارسال کیا، اس میں اس بات کی با قاعدہ تصریح کی ھے کہ وھابی فرقے کے بانی "ابن تیمیہ" نے بھی ان روایات کو قبول کیا ھے جو حضرت امام مھدی علیہ السلام کے بارے میں وارد ھوئی ھیں۔ اس جواب کے ذیل میں سکریٹری موصوف نے وہ کتابچہ بھی ارسال کیا ھے جسے پانچ جید علمائے کرام نے مل کر تحریر کیا ھے۔ اس کتابچے کے اقتباسات قارئین محترم کی خدمت میں پیش کئے جاتے ھیں: ----
عظیم مصلح کا اسم مبارك مھدی (ع) ھے۔ آپ کے والد کا نام "عبد اللہ" ھے اور آپ مکّہ سے ظھور فرمائیں گے۔ ظھور کے وقت ساری دنیا ظلم و جور و فساد سے بھری ھوگی۔ ھر طرف ضلالت و گمراھی کی آندھیاں چل رھی ھوں گی۔ حضرت مہدی (ع) کے ذریعہ خداوندعالم دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا، ظلم و جور و ستم کانشان تك بھی نہ ھوگا۔"
رسول گرامی اسلام (ص) کے بارہ جانشینوں میں سے وہ آخری جانشین ھوں گے، اس کی خبر خود پیغمبر اسلام (ص) دے گئے ھیں، حدیث کی معتبر کتابوں میں اس قسم کی روایات کا ذکر باقاعدہ موجود ھے۔"
حضرت مہدی (ع) کے بارے میں جو روایات وارد ھوئی ھیں خود صحابۂ کرام نے ان کو نقل فرمایا ھے ان میں سے بعض کے نام یہ ھیں:۔
(1) علی ابن ابی طالب (ع)، (2) عثمان بن عفان، (3) طلحہ بن عبیدہ، (4) عبد الرحمٰن بن عوف، (5) عبد اللہ بن عباس، (6) عمار یاسر، (7) عبد اللہ بن مسعود، (8) ابوسعید خدری، (9) ثوبان، (10) قرہ ابن اساس مزنی، (11) عبد اللہ ابن حارث، (12) ابوھریرہ، (13) حذیفہ بن یمان، (14) جابر ابن عبد اللہ (15) ابو امامہ، (16) جابر ابن ماجد، (17) عبد اللہ بن عمر (18) انس بن مالك، (19) عمران بن حصین، (20) ام سلمہ۔
پیغمبر اسلام (ص) کی روایات کے علاوہ خود صحابہ کرام کے فرمودات میں ایسی باتیں ملتی ھیں جن میں حضرت مہدی (ع) کے ظھور کو باقاعدہ ذکر کیا گیا ھے۔ یہ ایسا مسئلہ ھے جس میں اجتہاد وغیرہ کا گذر نہیں ھے جس کی بناء پر بڑے اعتماد سے یہ بات کہی جاسکتی ھے کہ یہ تمام باتیں خود پیغمبر اسلام (ص) کی روایات سے اخذ کی گئی ھیں۔ ان تمام باتوں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کو علمائے حدیث نے اپنی معتبر کتابوں میں ذکر کیا ھے جیسے:-
سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، ابن ماجہ، سنن ابن عمر والدانی، مسند احمد، مسند ابن یعلی، مسند بزاز، صحیح حاکم، معاجم طبرانی (کبیر و متوسط)، معجم رویانی، معجم دار قطنی، ابو نعیم کی "اخبار المھدی"۔ تاریخ بغداد، تاریخ ابن عساکر، اور دوسری معتبر کتابیں۔
علمائے اسلام نے حضرت مھدی (ع) کے موضوع پر مستقل کتابیں تحریر کی ھیں جن میں سے بعض کے نام یہ ھیں:

اخبار المھدی؛ تالیف: ابو نعیم
القول المختصر فی علامات المھدی المنتظر؛ تالیف: ابن ھجر ھیثمی
التوضیح فی تواتر ماجاء فی المنتظر والد جال والمسیح؛ تالیف: شوکانی
المھدی؛ تالیف: ادریس عراقی مغربی
الوھم المکنون فی الرد علی ابن خلدون؛ تالیف: ابو العباس بن عبد المومن المغربی
مدینہ یونی یورسٹی کے وائس چانسلر نے یونی ورسٹی کے ماھنامہ میں اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ھے، ھر دور کے علماء نے اس بات کی باقاعدہ تصریح کی ھے کہ وہ حدیثیں جو حضرت مھدی (ع) کے بارے میں وارد ھوئی ھیں وہ متواتر ھیں جنھیں کسی بھی صورت سے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ جن علماء نے حدیثوں کے متواتر ھونے کا دعویٰ کیا ھے ان کے نام اور کتابوں کے نام حسب ذیل ھیں، جن میں تواتر کا ذکر کیا گیا ھے:-
1- السخاوی اپنی کتاب فتح المغیث میں
2- محمد بن السنادینی اپنی کتاب شرح العقیدہ میں
3- ابو الحسن الابری اپنی کتاب مناقب الشافعی میں
4- ابن تیمیہ اپنے فتوؤں میں
5- سیوطی اپنی کتاب الحاوی میں
6- ادریس عراقی مغربی اپنی کتاب المھدی میں
7- شوکانی اپنی کتاب التوضیح فی تواتر ماجاء میں
8- شوکانی اپنی کتاب فی المنتظر والدجال والمسیح میں
9- محمد جعفر کنانی اپنی کتاب نظم المتناثر میں
10- ابو العباس عبد المومن المغربی اپنی کتاب الوھم المکنون میں
ھاں ابن خلدون نے ضرور اس بات کی کوشش کی ھے کہ ان متواتر اور ناقابل انکار حدیثوں کو ایك جعلی اور بے بنیاد حدیث لا مھدی الا عیسیٰ (حضرت عیسیٰ کے علاوہ اور کوئی مھدی نہیں ھے) کے ھم پلّہ قرار دے کر ان حدیثوں سے انکار کیا جائے۔ لیکن علمائے اسلام نے اس مسئلہ میں ابن خلدون کے نظریے کی باقاعدہ تردید کی ھے خصوصاً ابن عبد المومن نے تو اس موضوع پر ایك مستقل کتاب الوھم المکنون تحریر کی ھے۔ یہ کتاب تقریباً 30 برس قبل مشرق اور مغرب میں شائع ھوچکی ھے۔
حافظان حدیث اور دیگر علمائے کرام نے بھی ان حدیثوں کے متواتر ھونے کی صراحت فرمائی ھے۔
ان تمام باتوں کی بنا پر ھر مسلمان پر واجب ھے کہ وہ حضرت مھدی کے ظھور پر ایمان و عقیدہ رکھے۔ اھل سنت والجماعت کا بھی یھی عقیدہ ھے اور ان کے عقائد میں سے ایك ھے۔
ھاں وہ اشخاص تو ضرور اس عقیدے سے انکار کرسکتے ھیں جو روایات سے بے خبر ھیں، یادین میں بدعت کو رواج دینا چاھتے ھیں، (ورنہ ایك ذی علم اور دیندار کبھی بھی اس عقیدے سے انکار نہیں کرسکتا۔)"
سکریٹری انجمن فقۂ اسلامی
محمد منتصر کنانی
اس جواب کی روشنی میں یہ بات کس قدر واضح ھوجاتی ھے کہ حضرت مھدی (ع) کے ظھور کا عقیدہ صرف ایك خالص اسلامی عقیدہ ھے کسی بھی دوسرے مذھب سے یہ عقیدہ اخذ نہیں کیا گیا ھے۔
ایك بات ضرور قابل ذکر ھے وہ یہ کہ اس جواب میں حضرت امام مھدی (ع) کے والد بزرگوار کا اسمِ مبارك عبد اللہ ذکر کیا گیا ھے۔ جب کہ اھل بیت علیھم السلام سے جو روایات وارد ھوئی ھیں۔ ان میں بطور یقین حضرت کے والد بزرگوار کا اسم مبارك حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ھے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس شبہ کی وجہ وہ روایت ھے جس کے الفاظ یہ ھیں "اسم ابیہ اسم ابی" (ان کے والد کا نام میرے والد کا نام ھے) جبکہ بعض دوسری روایات میں ابی (میرے والد) کے بجائے ابنی (میرا فرزند) ھے، صرف نون کا نقطہ حذف ھوجانے یا کاتب کی غلطی سے یہ اختلاف پیدا ھوگیا ھے۔ اسی بات کو "گنجی شافعی" نے اپنی کتاب "البیان فی اخبار صاحب الزمان" میں ذکر کیا ھے، اس کے علاوہ

1۔ یہ جملہ اھل سنت کی اکثر روایات میں موجود نہیں ھے

2۔ ابن ابی لیلیٰ کی روایت کے الفاظ یہ ھیں: اسمہ اسمی اسم ابیہ اسم ابنی۔ (اس کا نام میرا نام ھے، اس کے والد کا نام میرے فرزند کا نام ھے) فرزند سے مراد حضرت امام حسن علیہ السلام ھیں۔

3۔ اھل سنت کی بعض روایات میں اس بات کی تصریح کی گئی ھے کہ امام زمانہ کے والد بزرگوار کا نام حسن ھے۔

4۔ اھلبیت علیہم السلام سے جو روایات وارد ھوئی ھیں جو تواتر کی حد کو پہونچتی ھیں ان میں صراحت کے ساتھ یہ بات ذکر کی گئی ھے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے والد بزرگوار کا اسم مبارك حسن ھے۔

انتظار کے اثرات

گذشتہ بیانات سے یہ بات روشن ھوگئی کہ عظیم مصلح کا انتظار ایك فطری تقاضہ ھے اور انسان دیرینہ آرزو کی تکمیل ھے۔ یہ عقیدہ ایك خالص اسلامی عقیدہ ھے یہ عقیدہ صرف فرقہ شیعہ سے مخصوص نہیں ھے بلکہ اسلام کے تمام فرقے اس میں برابر کے شریك ھیں۔ اس سلسلے میں جو روایات وارد ھوئی ھیں وہ "تواتر" کی حد تك پہونچی ھوئی ھیں۔ 1

ھاں وہ حضرات جن کی معلومات کا دائرہ محدود ھے اور ھر بات کو مادیت اور اقتصادیات کی عینك لگاکر دیکھنا چاھتے ھیں، یہ حضرات ضرور یہ بات کہہ سکتے ھیں کہ یہ ایك اسلامی عقیدہ نہیں ھے، یا یہ طرز فکر ایك شکست خوردہ ذھنیت کا نتیجہ ھے۔

ایك بات باقی رہ جاتی ھے۔ وہ یہ کہ اگر قبول بھی کرلیا جائے کہ یہ عقیدہ ایك خالص اسلامی عقیدہ ھے اور خالص اسلام کے انداز فکر کا نتیجہ ھے مگر اس عقیدے کا فائدہ کیا ھے، عظیم مصلح کے انتظار میں زندگی بسر کرنے سے انسان کی زندگی پر کیا اثرات رونما ھوتے ھیں۔؟ انسان کے طرز فکر میں کون سی تبدیلی واقع ھوتی ھے۔؟

یہ عقیدہ انسان کو ایك ذمہ دار شخص بناتا ھے یا لا اُبالی؟

یہ عقیدہ انسان میں ایك جوش پیدا کرتا ھے یا اس کے احساسات پر مایوسی کی اوس ڈال دیتا ھے۔؟

انسانی زندگی کو ایك نیا ساز عطا کرتا ھے یا اس کی زندگی کو بے کیف بنا دیتا ھے۔؟

یہ عقیدہ انسان کو ایك ایسی قوت عطا کرتا ھے جس سے وہ مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکے یا انسان کو ضعیف و کمزور بنا دیتا ھے۔؟

یہ بات بھی توجہ کے قابل ھے کہ ذوق اور سلیقے کے مختلف ھونے کی بنا پر ھوسکتا ھے کہ ایك ھی چیز سے دو مختلف نتیجے اخذ کئے جائیں۔ ایك آدمی ایسے نتائج برآمد کرلے جو واقعاً مفید اور کار آمد ھوں اور دوسرا آدمی اسی چیز سے ایسے نتائج اخذ کرے جو بے کار اور مضر ھوں۔ ایٹمی توانائی کو انسان ان چیزوں میں بھی استعمال کرسکتا ھے جو حیات انسانی کے لئے مفید اور ضروری ھیں اور اسی ایٹمی توانائی کو انسانیت کی ھلاکت کے لئے بھی استعمال کرسکتا ھے بلکہ کررھا ھے۔

ھی حال ان رواتیوں کا ھے جو انتظار کے سلسلے میں وارد ھوئی ھیں جن میں سے بعض بے خبر یا خود غرض لوگوں نے ایسے نتائج اخذ کئے ھیں جس کی بنا پر اعتراضات کی ایك دیوار قائم ھوگئی۔

انتظار کے اثرات بیان کرنے سے پہلے قارئین کی خدمت میں چند روایتیں پیش کرتے ھیں جن سے انتظار کی اھمیت کا اندازہ ھوجائے گا۔ بعد میں انھیں روایات کو اساس و بنیاد قرار دیتے ھوئے فلسفۂ انتظار کے بارے میں کچھ عرض کریں گے۔ ان روایات کا ذرا غور سے مطالعہ کیجئے تاکہ آئندہ مطالب آسان ھوجائیں۔

1) ایك شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا۔ وہ شخص جو ائمہ کی ولایت کا قائل ھے اور حکومت حق کا انتظار کر رھا ھے ایسے شخص کا مرتبہ اور مقام کیا ھے۔؟

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ھے: "ھو بمنزلۃ من کان مع القائم فی فسطاطہ۔" (وہ اس شخص کے مانند ھے جو امام کے ساتھ اس ان کے خیمے میں ھو)۔

امام نے تھوڑی دیر سکوت کے بعد پھرمایا:۔ "ھو کمن کان مع رسول اللہ"۔ وہ اس شخص کے مانند ھے جو رسول اللہ کے ھمراہ (جنگ میں) شریك رھا ھو۔ 2

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسی مضمون کی متعدد روایتیں ائمہ علیہم السلام سے نقل ہوئی ہیں۔
2) بعض روایات میں ہے: "بمنزلۃ الضارب بسیفہ فی سبیل اللہ۔" اس شخص کے ہم رتبہ ہے جو راہ خدا میں شمشیر چلا رہا ہو۔ 3
3) بعض روایات میں یہ جملہ ملتا ہے: :کمن قارع معہ بسیفہ۔" 4 اس شخص کے مانند ہے جو رسول خدا (ص) کے ہمراہ دشمن کے سرپر تلوار لگا رہا ہو۔
4) بعض میں یہ جملہ ملتا ہے: "بمنزلۃ من کان قاعداً تحت لوائہ۔" اس شخص کے مانند ہے جو حضرت مہدی علیہ السلام کے پرچم تلے ہو۔ 5
6) بعض روایات میں یہ جملہ ملتا ہے:۔ "بمنزلۃ مجاھدین بین یدی رسول اللہ۔" اس شخص کے مانند ہے جو پیغمبر اسلام (ص) کے سامنے راہ خدا میں جہاد کر رہا ہو۔ 6
7) بعض دوسری روایتوں میں ہے:۔ "بمنزلۃ من استشھد مع رسول اللہ" اس شخص کے مانند ہے جو خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ درجۂ شہادت پر فائز ہوا ہو۔ 7
ان روایتوں میں جو سات قسم کی تشبیہات کی گئی ہیں ان میں غور وفکر کرنے سے انتظار کی اہمیت کا باقاعدہ انداز ہوجاتا ہے اور یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ انتظار اور جہاد میں کس قدر ربط ہے۔ انتظار اور شہادت میں کتنا گہرا تعلق ہے۔
بعض دوسری روایتوں میں ملتا ہے کہ "انتظار کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔" اس مضمون کی روایتیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نقل ہوئی ہیں۔ جیسا کہ پیغمبر اسلام (ص) کی ایك حدیث کے الفاظ ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "افضل اعمال امتی انتظار الفرج من اللہ عزوجل"۔ 8
ایك دوسری روایت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے: "افضل العبادۃ انتظار الفرج۔" 9
یہ تمام روایتیں اس بات کی گواہ ہیں کہ انتظار اور جہاد میں کتنا گہرا لگاؤ ہے۔ اس لگاؤ اور تعلق کا فلسفہ کیا ہے، ا سکے لئے ذرا صبر سے کام لیں۔

---

1. تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو "منتخب الاثر" تحریر آیت اللہ لطف اللہ صافی۔ ص231- 236
2. بحار الانوار ج 52 ص125 طبع جدید
3. بحار الانوار ج 52 ص 126
4. بحار الانوار جلد 52 ص 126
5. بحار الانوار ج 52 ص 142 طبع جدید
6. بحار الانوار ج 52 ص 122
7. بحار الانوار ج 52 ص 142
8. بحار الانوار ج52 ص128
9. بحار الانوار ج52 ص125

انتظار کا مفہوم

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انتظار اس حالت کو کہتے ھیں جب انسان اپنی موجودہ حالت سے کبیدہ خاطر ھو اور ایك تابناك مستقبل کی تلاش میں ھو، جیسے ایك مریض جو اپنے مرض سے عاجز آچکا ھو صحت و سلامتی کی امید میں رات دن کوشاں ھے، ایك تاجر جو کساد بازاری سے پریشان ھو اس کی ساری تجارت ٹھپ ھو کر رہ گئی ھو، وہ اس انتظار میں ھے کہ کس طرح یہ کساد بازاری ختم ھو اور اس کی تجارت کو فروغ حاصل ھو، اسی امید میں وہ ھمیشہ سعی و کو شش کرتا رھتا ھے۔

انتظار کے دو پہلو ھیں، اور دونوں پہلو غور طلب ھیں:

1) منفی: انسان کا اپنی موجودہ حالت سے کبیدہ خا طر ھونا۔

2) مثبت: تابناك مستقبل کے لئے کو شاں رھنا۔

جب تك انسان کی ذات میں یہ دونوں پہلو نہ پائے جاتے ھوں، اس وقت تك اسے یہ کہنے کا حق نہیں ھے کہ وہ کسی کا منتظر ھے۔ کیونکہ جو شخص موجودہ حالت پر راضی و خوشنود ھوگا اسے مستقبل کے بارے میں کیا فکر ھوسکتی ھے اور اگر وہ موجودہ حالت سے تو راضی نہیں ھے مگر اسے مستقبل کی بھی کوئی فکر نہیں ھے تو ایسی صورت میں یہ شخص کس چیز کا انتظار کرے گا۔

جس قدریہ دونوں پہلو انسانی وجود میں جڑ پکڑتے جائیں گے اسی اعتبار سے اس کی عملی زندگی میں فرق پڑتا جائے گا، کیونکہ جو بات دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی ھے اعضاء و جوارح اپنے عمل سے اس کا اظھار ضرور کرتے ھیں۔

انتظار کے دونوں پہلو انسان کی زندگی کے لئے مفید ھیں جب انسان زمانے کی موجودہ حالت سے کبیدہ خاطر ھوگا تو اس بات کی کوشش کرے گا کہ اپنے کو ھر قسم کے گناہ سے دور رکھے، ظلم و فساد سے کنارہ کشی اختیار کرلے، جور و استبداد کے ختم کرنے کی ھر امکانی کوشش کرے۔ اسی کے ساتھ ساتھ نیکی کی طرف قدم بڑھا رھا ھو اپنے کو نیك صفات سے آراستہ کرنے کی فکر میں ھو۔

اب آپ خود ھی فیصلہ کرلیں انتظار کا یہ مفہوم انسان سے احساس ذمہ داری کو چھین لیتا ھے یا احساس ذمہ داری کو اور بڑھا دیتا ھے۔ اس بیان کی روشنی میں گذشتہ روایتوں میں ذکر شدہ باتیں کس قدر روشن ھوجاتی ھیں، انسان میں جس قدر آمادگی پائی جاتی ھے اور جس قدر وہ اپنے کو انقلاب عظیم کے لئے تیار کرچکا ھے اسی اعتبار سے وہ فضیلت کے مرتبہ پر فائز ھے آمادگی کے مراتب کو دیکھتے ھوئے روایتوں میں فضیلت و عظمت کو بیان کیا گیا ھے

جس طرح سے ایك جنگ میں شرکت کرنے والوں کے مراتب مختلف ھیں کوئی وہ ھے جو رسول خدا (ص) کے ساتھ ان کے خیمے میں ھے، کوئی جنگ کے لئے آمادہ ھورھا ھے۔ کوئی میدانِ جنگ میں کھڑا ھے، کوئی تلوار چلا رھا ھے کوئی دشمن سے برسر پیکار ھے اور کوئی جنگ کرتے کرتے شھید ھوچکا ھے۔ انھیں مراتب کے اختلاف کی بنا پر جنگ میں شرکت کرنے والوں کے ثواب اور مراتب میں بھی اختلاف ھے۔

ہی صورت ان لوگوں کی بھی ھے جو ایك عظیم مصلح کے انتظار میں زندگی کے شب و روز گذار رھے ھیں، ایك عالمی انقلاب کی امید لگائے ھوئے ھیں جس کے بعد دنیا امن و امان، سکون و اطمینان کا گہوارہ ھوجائے گی۔ ظلم و جور و استبداد کی تاریکی کافور ھوجائے گی اب جس میں جتنی آمادگی، جذبۂ فدا کاری، شوق شھادت اور عزم و استقلال پایا جاتا ھے اسی اعتبار سے روایتیں اس کے شاملِ حال ھوتی جائیں گی۔

وہ شخص جو پیغمبر اسلام (ص) کے ھمراہ خیمے میں موجود ھے وہ کبھی بھی حالات سے غافل نہیں رہ سکتا، وہ ھمیشہ حالات پر نگاہ رکھے گا، ماحول کو باقاعدہ نظر میں رکھے گا، کیوں کہ وہ ایسی جگہ پر ھے جہاں غفلت اور لاپروائی سے دامن چھڑا کر یہاں آیا ھے۔ اسے اس بات کا احساس ھے کہ اس کی غفلت سے کیا نتائج برآمد ھوں گے، اس کی معمولی سی چوك کس قدر تباھی اور بربادی کا پیش خیمہ ھوسکتی ھے۔

وہ شخص جو میدان جنگ میں برسرِ پیکار ھے اسے کس قدر ھوشیار ھونا چاھئے، معمولی سے معمولی چیز سے بھی فائدہ اٹھانا چاھئے، ھر لمحہ کو غنیمت شمار کرنا چاھئے۔ فتح حاصل کرنے کے لئے ھر امکانی کوشش کرنی چاھیئے، اگر یہی شخص غافل ھوجائے، فرصت سے استفادہ نہ کرے، لمحات کو غنیمت نہ شمار کرے اس کا لازمی نتیجہ ھزیمت اور شکست ھوگی۔

ہی صورت ان لوگوں کی ھے جو "انتظار" میں زندگی بسر کررھے ھیں اور منتظر کو مجاھد کا جو درجہ دیا گیا ھے اس کی وجہ یہی ھے کہ منتظر کو مجاھد کی طرح ھمیشہ ھوشیار رھنا چاھیئے۔ ماحول پر فتح حاصل کرنے کے لئے ھر امکانی کوشش کرنا چاھئے۔ فساد کی بساط تہ کرنے کے لئے ھمیشہ کوشاں رھنا چاھیئے۔ تاکہ انقلاب عظیم کے مقدمات فراھم ھوسکیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ھے کہ انسان اسی وقت میدان جنگ میں ایك بہادر اور دلیر ثابت ھوگا جب باطنی اور روحی طور پر بھی اس میں شجاعت اور دلیری پائی جاتی ھو ورنہ اگر دل ھی بُزدل ھے تو تیغ بُراں بھی بیکار ھے، حقیقی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انتظار کرنے والے کے لئے ضروری ھے کہ اپنے کو باطنی طور پر اس قدر آمادہ کرلے کہ وقتِ انقلاب اس کا شمار مجاھدین میں ھو۔
اس بیان کی روشنی میں "ھر سچّا منتظر" روایات میں اپنی جگہ ڈھونڈھ لے گا۔
قارئین خود ھی فیصلہ کرلیں کہ انتظار کا یہ مفہوم انسانی زندگی کے لئے ضروری ھے یا نہیں، اس کے ضمیر کی آواز ھے کہ نہیں۔؟

انتظار، یا آمادگی

اگر میں خود ھی ظالم اور ستم گر ھوں تو کیونکر ایسے انقلاب کا متمنی ھوسکتا ھوں جس میں ظالم اور ستم گر پہلے ھی حملے میں نیست و نابود ھوجائیں گے۔
اگر میں خود ھی گناھگار، بدکار اور بداخلاق ھوں تو کیونکر ایسے انقلاب کی آرزو
کرسکتا ھوں جس میں گناھگاروں کے لئے کوئی خاص گنجائش نہ ھو۔
وہ فوج جو آمادۂ جنگ ھے کیونکر اس کے سپاھی غافل اور بے پروا ھوسکتے ھیں، فوج ھمیشہ اس فکر میں رھتی ھے کہ معمولی سے معمولی کمزوری کو جلد از جلد دور کیا جائے اور ھماری فوج میں کوئی بھی ضعف باقی نہ رھے اور جو ضعف ھیں ان کی فوراً اصلاح کرلی جائے۔
انسان کو جس چیز کا انتظار ھوتا ھے اسی اعتبار سے وہ خود کو آمادۂ استقبال کرتا ھے۔
اگر کسی مسافر کے آنے کا انتظار ھے تو ایك قسم کی تیاری ھوگی، اگر بہت ھی قریبی، اور جگری دوست آرھا ھے تو دوسرے قسم کی تیاریاں ھوں گی۔ اور اگر کسی طالب علم کو اپنے امتحان کا انتظار ھے تو اب اس کی تیاریاں ایك خاص قسم کی ھوں گی، اگر صحیح معنوں میں اسے امتحان کا انتظار ھے، ایسا ھرگز نہیں ھے جسے امتحان کا انتظار ھو وہ گھر کی صفائی اور اس کے نظم و ضبط میں منہمك ھو اور جسے ایك مسافر کا انتظار ھو وہ اپنی کاپی، کتاب کی اصلاح اور ترتیب میں مصروف و مشغول ھو، اب دیکھنا یہ ھے کہ ھم کس کا انتظار کر رھے ھیں اور کس انقلاب کی آس لگائے ھیں۔
انقلاب ------- جو زمین کے کسی خطے سے مخصوص نہیں۔
انقلاب ------- جس میں جغرافیائی حدود کی کوئی قید و شرط نہیں۔
انقلاب ------- جو زندگی کے خاص شعبے میں محدود نہیں۔
انقلاب ------- اور اتنا عظیم انقلاب جس کی مثال تاریخ بشریت کے دامن میں نہ ھو۔
انقلاب۔ اور اتنا
انقلاب ------- جو سیاست کو ایك نیا رخ دے، جو علم و ھنر میں ایك تازہ روح پھونك دے۔
انقلاب ------- جو اقتصادی الجھنوں کو دور کردے
انقلاب ------- جو اخلاقی قدروں کو سرفراز کردے
اب دیکھنا یہ ھے کہ ایسے انقلاب کے انتظار میں زندگی گزارنے کے اثرات کیا ھیں۔ یہ بات پہلے ذکر کی جاچکی ھے کہ انتظار کے دو پہلو ھیں (1) منفی (2) مثبت
انتظار کی طرح انقلاب کے بھی دو پہلو ھیں: (1) منفی (2) مثبت
1) منفی: موجودہ حالت کو ختم کرنا، فساد و تباھی کو ان کی آخری حد تك پھونچانا۔
2) مثبت: ایك جدید اور زندگی بخش نظام کو پرانے اور فرسودہ نظام کا جانشین قرار دینا۔
اب جو لوگ واقعاً منتظر ھیں اور صحیح معنوں میں ایك "عالمی انقلاب" کی اُمّید لگائے ھوئے ھیں، صرف زبانی اور خیالی جمع خرچ میں مبتلا نہیں ھیں، تو ان لوگوں میں کچھ صفات ضرور پائے جائیں گے ان میں سے چند صفتیں نذر قارئین ھیں۔

1) انفرادی اصلاح ۔ اِصلاحِ نفس

اس عظیم انقلاب کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ھے جن کا ذھن عالمی اصلاحات کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ھے، ضرورت ھے ایسے افراد کی جو میدان علم کے شہسوار ھوں، افکار میں گہرائی ھو، دل میں وسعت ھو کہ دشمن کو بھی جگہ مل سکے، ضمیر زندہ اور بیدار ھو، اخلاق و مروت کے پرستار ھوں، ایسے افراد کی ضرورت ھے، جو تنگ نظر نہ ھوں، کج فکر اور کج خلق نہ ھوں، کینہ و حسد سے دور ھوں، اختلاف کی خانماں سوز آگ کو صلح و صفا و اخوت کے پانی سے بُجھا چکے ھوں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیوں ـــ اس لئے کہ اگر کوتاہ فکر ہوں گے تو عالمی اصلاحات کو قبول کرنے سے انکار کردیں گے یا پھر اسے ایك دشوار گذار مرحلہ تصوّر کریں گے، اگر دل میں وسعت اور قلب میں محبّت نہ ہوگی، تو اپنے علاوہ دوسرے کے فائدے کو پسند نہیں کریں گے اگر آپس میں نفاق اور اختلاف ہوگا تو ایك عالمی حکومت سے تعاون نہیں کریں گے، اور دنیا میں افراتفری پھیلائیں گے۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ انتظار کرنے والے کی حیثیت صرف ایك تماشہ دیکھنے والے کی حیثیت ہو، اور اس کو انقلاب سے کوئی سروکار نہ ہو، یا تو وہ اس عالمی انقلاب کا موافق ہوگا یا پھر مخالف۔ کسی تیسری صورت کی گنجائش نہیں ہے۔

بیدار ضمیر اور روشن فکر شخص جب کبھی اس انقلاب کے بارے میں فکر کرے گا اور اس کے نتائج پر نظر رکھے گا تو کبھی وہ مخالفین کی صف میں نہ ہوگا، کیونکہ اس انقلاب کے اصول اس قدر فطرت اور ضمیر کے نزدیك ہیں کہ ہر وہ شخص جس کے پہلو میں انسان کا دل ہے وہ ان اصولوں کو ضرور قبول کرے گا۔ مخالفت صرف وہی کریں گے جو ظلم و فساد کے دلدادہ ہوں، یا مظالم ڈھاتے ڈھاتے ظلم کرنا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی ہو۔

جب انسان اس "عالمی انقلاب" کے طرفداروں میں ہوگا اور ہر انصاف پسند طرفدار ہوگا، ان لوگوں کے لئے ناگزیر ہے کہ انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرلیں اور نیك اعمال بجالانے کے خوگر بنیں، عمل سے زیادہ نیت میں پاکیزگی ہو، تقویٰ دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو علم و دانش سے سرشار ہو۔

اگر ہم خود فکری یا عملی طور پر ناپاك ہیں تو کیونکر ایسے انقلاب کے متمنی ہیں جس کی پہلی ہی لپیٹ ایسے لوگوں کو نگل جائے گی۔ اگر ہم خود ظالم اور ستم گر ہیں تو کیونکر ایسے انقلاب کا انتظار کررہے ہیں جس میں ظالم اور ستم گر کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔

اگر ہم خود مفسد ہیں اور فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں تو کیوں ایسے انقلاب کی امید میں زندگی کے شب و روز گذار رہے ہیں جس میں مفسد اور فساد پھیلانے والے نیست و نابود ہوجائیں گے۔

خود فیصلہ کرلیجئے کیا اس عالمی انقلاب کا انتظار انسان کو باعمل اور باکردار بنا دینے کے لئے کافی نہیں ہے۔؟ یہ انتظار کی مدّت کیا اس بات کی مہلت نہیں ہے کہ انسان آمد انقلاب سے پہلے خود اپنی اصلاح کرلے اور خود کو انقلاب کے لئے آمادہ کرلے۔

وہ فوج جو ایك قوم اور ملّت بلکہ ایك ملك کو ظلم و ستم سے آزادی دلانا چاھتی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ مستعد رہے، اپنے اسلحوں کو پرکھ لے، اگر کوئی اسلحہ خراب ہوگیا ہے یا زنگ آلود ہوگیا ہے تو اس کی فوراً اصلاح کرلے، حفاظتی اقدام میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھے، اپنی چوکیوں کو مضبوط کرلے، اور جو مضبوط ہیں انہیں مضبوط تر بنالے سپاہیوں کا شمار کرلے، ان کی قوت آزمالے، ان کے جذبات کا جائزہ لے لے، جن کی ہمتیں پست ہوں ان میں ایك تازہ روح پھونکی جائے۔ ہر ایك کو اس کی ہمت اور جذبہ کے مطابق کام سونپا جائے۔ اگر فوج ان خصوصیات کی حامل ہے تب تو اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگی، ورنہ اس کے تمام دعوے جھوٹے اور تمام منصوبے محض خواب و خیال ہوں گے۔

اسی طرح وہ لوگ جو اپنے کو حضرت امام زمانہ علیہ السلام کا منتظر کہتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ ایك امام غائب کے انتظار میں زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے کو اس عالمی انقلاب کے لئے آمادہ کریں۔ اپنے نفوس کا خود امتحان لے لیں، اپنے جذبات کو حقائق کی کسوٹی پر پرکھ لیں، کیونکہ الخ

ایك قوم جو ہمیشہ اپنی اصلاح میں منہمك ہو، نہایت شوق و ولولے کے ساتھ نیك اعمال بجا لارہی ہو، سچے جذبات اور خلوص نیت کے ساتھ کردار کے اعلیٰ مراتب طے کر رہی ہو وہ قوم اور سماج کس قدر عالی اور بلند ہوگا، وہ ماحول کس قدر روح افزا اور وہ فضا کس قدر انسانیت ساز ہوگی، وہ صبح کس قدر تابناك ہوگی جس میں ایك ایسی عظیم قوم جنم لے گی۔ وہ قوم کوئی اور نہیں ہوگی بلکہ ہم اور آپ ہی ہوں گے بشرطیکہ متوجہ ہوجائیں اور اصلاحات میں لگ جائیں۔

یہ ہیں اس انتظار کے معنی جس کے بارے میں روایتیں وارد ہوئی ہیں، اور یہ ہے وہ "سچّا منتظر" جس کو روایت میں "مجاھد" اور "شہید" کا درجہ دیا گیا ہے۔

ضرورت ہے ایسے افراد کی جن کے ارادے کے سامنے مصائب کا طوفان خود چکر میں آجائے، جن کے عزم کے سامنے پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں، جن کی امید کے سامنے مایوسی کی چٹانیں پاش پاش ہوجائیں۔ فکر اس قدر وسیع ہوکہ آسمان اور زمین کی وسعتیں کم ہوں، اخلاق اس قدر بلند ہوکہ دشمن بھی کلمہ پڑھیں۔ کردار اتنا مستحکم ہوکہ ملائك بھی سجدہ ریز ہوں۔

2) سماج کی اصلاح

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سچّا منتظر وہ ھے جو صرف اپنی اصلاح پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے لیے ضروری ھے کہ دوسروں کی بھی اصلاح کی فکر کرے۔
کیونکہ جس انقلاب کا انتظار ھم کررھے ھیں، اس میں صرف جزوی اصلاحات نہیں ھوں گی بلکہ سماج کے سبھی افراد اس میں برابر کے شریك ھوں گے، لھذا سب مل کر کوشش کریں، ایك دوسرے کے حالات سے آگاہ رھیں، ایك دوسرے کے شریك رھیں اور شانے سے شانہ ملاتے ھوئے انقلاب کی راہ پر گامزن رھیں۔
جب کام سب مل کر انجام دے رھے ھوں تو اس میں کوئی ایك دوسرے سے غافل نہیں رہ سکتا۔ بلکہ ھر ایك کا فریضہ ھے کہ دوسروں کا بھی خیال رکھے۔ اطراف و جوانب کا بھی علم رکھتا ھو، جہاں پر کوئی معمولی سی کمزوری نظر آئے، فوراً اس کی اصلاح کرے۔ کوئی کمی ھوتو فوراً اس کو پورا کیا جائے۔
اسی بناء پر جہاں ھر انتظار کرنے والے کا یہ فریضہ ھے کہ خود کی اصلاح کرے، کردار کے جوھر سے آراستہ ھو وھاں اس کا یہ بھی فریضہ ھے کہ دوسروں کی بھی اصلاح کرے، سماج میں اخلاقی قدروں کو اجاگر کرے۔
صحیح انتظار کرنے کا یہ دوسرا فلسفہ ھے، ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر روایات کا مطالعہ کیا جائے تو معنی کس قدر صاف اور روشن ھوجاتے ھیں۔ منتظر کو کہیں مجاھد کا درجہ، کہیں راہ خدا میں شمشیر بکف کا درجہ، اور کہیں پر فائز بہ شھادت کا درجہ دیا گیا ھے۔ بدیہی بات ھے اپنی اصلاح یا دوسروں کی اصلاح، انفرادی زندگی کے ساتھ حیات اجتماعی کو بھی سنوارنا کس قدر دشوار گذار مرحلہ ھے۔ ان مراحل میں وھی ثابت قدم رہ سکتا ھے جو عزم و عمل کا شاھکار ھو، جس کے قدم ثبات و استقلال کی آپ اپنی مثال ھوں۔

ایك اعتراض

دنیا کے بارے میں ھماری معلومات محدود ھیں، اور نہ ھمیں موجودہ حکم فرما نظام کی حقیقت معلوم ھے اور نہ ھم اس کے نتائج سے باخبر ھیں، اس بناء پر ھم خیال کرتے ھیں کہ ظلم و فساد میں ابھی کچھ کمی ھے۔ اگر صحیح طور سے دیکھا جائے تو آج بھی دنیا فساد سے بھری ھوئی ھے آج بھی دنیا ظلم و ستم کی آما جگاہ بنی ھوئی ھے"۔
دنیا میں کچھ ایسے بھی موجودہ ھیں جو ھمیشہ اس فکر میں رھتے ھیں کہ کس طرح ایك اصلاحی بات سے بھی فساد کا پہلو نکالا جائے۔ ان کی کوشش یہ ھوتی ھے کہ ھر چیز میں اس کا منفی پہلو اُبھارا جائے، اصلاح کو بھی فساد کا جامہ پہنا دیا جائے، تاکہ ان کی دُکان ٹھپ نہ ھونے پائے۔ زیر بحث مسئلہ بھی ان لوگوں کی سازش سے محفوظ نہ رہ سکا۔
ان لوگوں کا کہنا ھے کہ حضرت مھدی علیہ السلام کے ظھور میں شرط یہ ھے کہ آپ اس وقت ظھور فرمائیں گے جب دنیا ظلم و جور سے بھر چکی ھوگی، دور دور تك کہیں اچّھائیوں کا نام تك نہ ھوگا، نیکی کی شمع کوسوں دور بھی نظر نہ آتی ھوگی۔
اگر ھم لوگ اصلاح کے راستے پر قدم بڑھائیں گے، ظلم و جور کو مٹانے کی کوشش میں لگے رھیں گے تو حضرت کے ظھور میں خواہ مخواہ تاخیر ھوگی، لھذا کیوں نہ ھم لوگ مل کر فساد کی آگ کو اور بھڑکادیں، ظلم و ستم کے شعلوں کی لپك کو اور تیز کردیں، استبداد کی بھٹی کو کیوں نہ اور گرم کردیں، جو کچھ تھوڑی بہت کسر رہ گئی ھے، اسے جلد از جلد پورا کریں تاکہ حضرت کا ظھور جلد ھوسکے۔
اسی اعتراض کو ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ھے:
وہ حضرات جو ظھور حضرت مھدی علیہ السلام کے انتظار میں زندگی بسر کر رھے ھیں، انھیں یہ انتظار کوئی تقویت نہیں پہونچاتا بلکہ رھی سہی قوت ارادی کو بھی چھین لیتا ھے گنے چُنے جو نیك لوگ ھیں انھیں بھی یہ انتظار نیك باقی نہیں رھنے دیتا۔ فقر و فاقہ کی زندگی میں روز بہ روز اضافہ ھی ھوتا چلا جاتا ھے، کیونکہ جو لوگ کم مایہ اور فقیر ھیں وہ اس امید میں ھاتھ پر ھاتھ دھرے بیٹھے ھیں کہ جب حضرت کا ظہور ھوگا، اس وقت ھماری حالت "خود بخود" بدل جائے گی، فقر و فاقہ دور ھوجائے گا، زندگی کا ایك حصہ تو گذر چکا ھے بقیہ بھی اسی امید میں گذر جائے گا۔ سرمایہ داروں کو تو چاندی ھوجائے گی۔ وہ اسی بہانے اپنی تجوریاں بھرتے چلے جائیں گے، لوگوں کو اپنا دست نگر بنانے میں کامیاب ھوتے رھیں گے۔ یہ عقیدہ انسانی زندگی کے لئے آبِ حیات ھے یا صحیح معنوں میں زھر ھلاھل۔؟
یہ ھے وہ اعتراض جسے مخالفین کافی آب و تاب سے بیان کرتے ھیں۔ ھوسکتا ھے
خود دل سے اس اعتراض کو قبول نہ کرتے ھوں، مگر اپنے ناپاك مقاصد کے لئے، اپنی شخصیت کو چھپانے کے لئے اس اعتراض کو "بطور نقاب" استعمال کرتے ھوں۔
جو بھی صورت حال ھو، اس اعتراض کے جواب کے لئے ان باتوں کی طرف توجہ فرمائیے:

1. صف بندی اور تشخیص

اس عالمی انقلاب میں یا تو لوگ موافقین کی فہرست میں ملیں گے یا پھر مخالفین کی فہرست میں، تماشائی کی حیثیت کوئی معنی نہیں رکھتی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی انقلاب آتے ھیں سب کی صورت حال یہی ہے۔ کیونکہ دنیا میں جتنے بھی انقلاب آئے ھیں وہ دو صورتوں سے خالی نہیں ھیں۔ انقلاب سماج کے لئے فائدہ مند ہوگا یا فائدہ مند نہیں ہوگا اگر انقلاب سماج کے لئے فائدہ مند ھے تو ھر آدمی کا فریضہ ھے کہ اس میں شرکت کرے، اگر یہ انقلاب سماج کے لئے نقصان کا باعث ھے تو سب کا فریضہ ھے کہ مل کر اس کی مخالفت کریں اور اس کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ یہ بات دور از عقل ھے کہ انقلاب تو آئے لیکن سماج کے لئے نہ فائدہ مند ہو نہ باعثِ نقصان۔

جب یہ بات تو ھمیں چاھیئے کہ ھم ابھی سے یہ طے کرلیں کہ ھمیں کس صف میں رھنا ھے ھم اپنے کو خود آزمالیں کہ ھمیں کس کا ساتھ دینا ھے۔

اگر آج ھم فساد کی آگ کو ھوا دے رھے ھیں تو کل کیونکر اصلاح کرنے والوں کی صف میں آجائیں گے اور فساد کو آگ بجھا رھے ھوں۔؟ اگر آج ھمارا دامن ظلم و جور سے آلودہ ہوگا تو کل یقیناً ھمارا شمار مخالفین کی فہرست میں ہوگا۔

کیونکہ یہ بات تو سبھی تسلیم کرتے ھیں کہ حضرت مھدی علیہ السلام کے ظھور کے بعد جو انقلاب آئے گا اس میں ظلم و جور کا نشان تك باقی نہ رھے گا۔ ھم کو ان ظالموں کی صف میں اپنے کو شمار کرنا چاھئے جن کی گردنوں کا بوسہ عدل و انصاف کی شمشیر لے گی۔ فساد پھیلانا تو بالکل ایسا ھی ھے کہ ھم ایك ایسی آگ بھڑکائیں جس کا پہلا شعلہ ھمیں ھی خاکستر کردے۔

اگر اس اعتراض کو قبول بھی کرلیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ھم جس قدر اپنے اعمال بد کے ذریعہ حضرت مھدی علیہ السلام کے ظھور کو نزدیك کریں گے اتنا ھی ھم اپنی نابودی اور فنا سے بھی قریب تر ھوجائیں گے، اپنے ھی ھاتھوں اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لیں گے۔

اگر ھم باقی رھنا چاھتے ھیں اور اس عالمی انقلاب کے نتائج سے لطف اندوز اور بہرہ مند ھونا چاھتے ھیں تو اپنے دامن کو آلودگیوں سے دور رکھیں، ظلم و جور سے تمام رشتوں کو توڑدیں، ضلالت و گمراھی کے سمندر سے نکل کر ھدایت کے ساحل پر آجائیں۔

2. مقصد آمادگی ھے، فساد نہیں

جو چیز حضرت مھدی علیہ السلام کے ظھور کو کسی حد تك نزدیك کرسکتی ھے وہ ھے وہ ظلم وجور و فساد نہیں ھے بلکہ ھماری آمادگی ھے، ھمارا اشتیاق ھے۔ کیا ھمیں حضرت کا اسی طرح انتظار ھے جس طرح سے ایك پیاسے کو پانی کا۔

ھاں یہ اور بات ھے، جس قدر ظلم و جور، فساد اور بربادی میں اضافہ ھوتا جائے گا اتنا ھی لوگ موجودہ نظام اور ضابطۂ حیات سے عاجز ھوتے جائیں گے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو اس بات کا یقین ھوتا جائے گا کہ موجودہ ضابطۂ حیات میں سے کوئی ایك بھی ھماری مشکلات کا حل پیش نہیں کرسکتا بلکہ جتنے بھی نظام رائج ھیں وہ سب کے سب ھماری مشکلات میں اضافہ تو کرسکتے ھیں مگر کمی نہیں کرسکتے۔ یہی یقین اس بات کا سبب ھوگا کہ لوگ ایك ایسے نظام کے منتظر ھوں گے جو واقعاً ان کی مشکلات کا حل پیش کرسکتا ھے جس قدر یہ یقین مستحکم ھوتا جائے گا، اتنا ھی انسان کا اشتیاق بڑھتا جائے گا۔

دھیرے دھیرے یہ بات بھی روشن ھوتی جائے گی اور لوگوں کو یقین ھوتا جائے گا کہ دنیا کی جغرافیائی تقسیم مشکلات کا سر چشمہ ھے۔ یہی جغرافیائی تقسیم ھے جس کی بنا پر بے پناہ سرمایہ اسلحہ سازی میں خرچ ھورھا ھے، انسان کی گاڑھی کمائی کے پیسے سے خود اس کی تباھی کے اسباب فراھم کئے جارھے ھیں۔ جغرافیائی تقسیم اور حد بندی کا نتیجہ ھے جس کی بنا پر ھر قوی اور طاقت ور ملك ضعیف اور فقیر ملك کو اپنے قبضہ میں کرلیتا ھے۔ ان کے پاس جو خدا داد نعمتیں ھیں ان کو ہتھیانے کی فکر میں لگا رھتا ھے۔ یہ جغرافیائی تقسیم اور حد بندی کا نتیجہ ھے جس کی بنا پر ملکوں میں آپس میں ایك حسد اور تعصب پایا جاتا ھے۔ یہی وہ باتیں ھیں جو انسانی مشکلات کا سرچشمہ ھیں، جس قدر یہ حققیت انسانی ذھن میں اترتی جائے گی اتنا ھی انسان ایك ایسی حکومت کی فکر میں ھوگا، جس میں یہ قصّہ ھی نہ ھو، جہاں پر کوئی حد بندی نہ ھو۔ اگر حد بندی ھو تو صرف انسانیت اور آدمیت کی۔ جب ایك عالمی حکومت کا قیام ھوگا تو وہ بے پناہ سرمایہ جو اسلحہ کے اوپر خرچ ھورھا ھے، وہ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ ھوگا، اب نہ حسد کا سوال ھوگا اور نہ رقابت کا، بلکہ سب مل کر شانے سے شانہ ملاکر ھاتھ میں ھاتھ دے کر، عدل و انصاف، صدق و صفا، برادری، اخلاص و ایثار، اخلاق و کردار، مروت و شرافت کی بنیاد پر قصر آدمیت و انسانیت کو تعمیر کریں گے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

3. تاریکی کا عُروج

دنیا تو مدت ہوئی ظلم و جور سے بھر چکی ھے۔ یہ جنگیں یہ قتل و غارت، لوٹ مار خوں ریزیاں اس بات کی نشانی نہیں ھیں کہ دنیا ظلم و جور سے بھری ہوئی ھے۔ یہ کینہ و حسد ایك دوسرے کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ایك سے ایك اسلحہ بنانا، طاقت کے گھمنڈ میں غریبوں اور کمزوروں کو کچل کے رکھ دینا، دنیا سے اخلاقی قدروں کو مٹ جانا جہاں کردار کی بھیك مانگے سے نہ ملتی ھو، جہاں شرم و حیا نام کی کوئی چیز نہ ھو تو اب بھی ظلم و جور میں کوئی کمی باقی رہ جاتی ھے۔؟

ھاں جس چیز کی کمی ھے وہ یہ ھے کہ ھم ابھی تك موجودہ نظام ھائے حکومت کی حقیقتوں سے واقف نہیں ھوئے ھیں، ابھی ھم ان ضابطۂ حیات کے نتائج سے باقاعدہ آگاہ نہیں ھوئے۔ ابھی تك یہ بات بالکل روشن نہیں ھوئی ھے کہ واقعاً ھماری مشکلات کا سرچشمہ کیا ھے، جس کی بناء پر ھم اپنے وجود میں اس جذبے کا احساس نہیں کرتے جو ایك پیاسے کو پانی کا ھوتا ھے، ایك مریض کو شفا کی آرزو۔

جس قدر ھمارے جذبات میں اضافہ ھوتا جائے گا، جتنا ھم میں آمادگی پیدا ھوتی جائے گی، جس قدر حضرت (ع) کے ظھور کی ضرورت اور عالمی انقلاب کا احساس ھوتا جائے گا، اتنا ھی حضرت کا ظھور نزدیك ھوتا جائے گا۔

4. سچّا منتظر کون۔؟

انتظار کے اثرات و فوائد میں سے دو کا ذکر کیا جاچکا ھے۔ 10 انفرادی اصلاح یا اصلاح نفس (2) سماج کی اصلاح۔

انتظار کے اثرات صرف انھیں دو میں منحصر ھیں بلکہ اور بھی ھیں، ان میں سے ایك اور قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ھے۔

جس وقت فساد وباکی طرح عام ھوجائے گا، ھر طرف فساد ھی فساد نظر آئے، اکثریت کا دامن فساد سے آلودہ ھو، ایسے ماحول میں اپنے دامن کو فساد سے محفوظ رکھا ایك سچّے اور حقیقی منتظر کا کام ھے۔ یہ وہ موقع ھوتا ھے جس وقت نیك اور پاك سیرت افراد روحی کش مکش میں مبتلا ھوجاتے ھیں۔ کبھی بھی یہ خیال ذھنوں میں کروٹیں لینے لگتا ھے کہ اب اصلاح کی کوئی امید نہیں ھے۔ یہ مایوسی کردار کے لئے ایك مہلك زھر ثابت ھوسکتی ھے۔ انسان یہ خیال کرنے لگتا ھے کہ اب اصلاح کی کوئی امید نہیں ھے، اب حالات سدھرنے والے نہیں ھیں، اب کوئی تبدیلی واقع نہیں ھوئی، بلکہ حالات بد سے بدتر ھوجائیں گے، ایسی صورت میں اگر ھم اپنے دامن کردار کو بچائے بھی رکھیں تو اس کا کیا فائدہ جب کہ اکثریت کا دامن کردار گناھوں سے آلودہ ھے۔ اب تو زمانہ ایسا آگیا کہ بس "خواھی نشوید رسوا ھم رنگ جماعت باش"۔ اگر رسوائی اور بدنامی سے بچنا چاھتے ھو تو جماعت کے ھم رنگ ھوجاؤ۔

ھاں! اگر کوئی چیز ان لوگوں کو آلودہ ھونے سے محفوظ رکھ سکتی ھے اور ان کے دامن کردار کی حفاظت کرسکتی ھے تو وہ صرف یہی عقیدہ کہ ایك دن آئے گا جب حضرت مھدی سلام اللہ علیہ کا ظھور ھوگا اور دنیا کی اصلاح ھوگی جیسا کہ رسول گرامی (ص) کا ارشاد ھے: "اگر آنے میں صرف ایك ھی دن باقی رہ جائے گا تو خداوند عالم اس دن کو اس قدر طولانی کردے گا کہ حضرت مھدی سلام اللہ علیہ کا ظھور ھوجائے"۔ (1) جب ایك دن اصلاح ھوگی اور ضرور ھوگی تو کیوں نہ ھم اپنے دامن کردار کو محفوظ رکھیں، دوسروں کی اصلاح کی فکر کیوں نہ کریں۔ اس سعی و کوشش کی بنا پر ھم اس لائق ھوسکیں گے کہ وقت انقلاب موافقین کی صف میں ھوں اور ھمارا بھی شمار حضرت کے اعوان و انصار میں ھو۔

تعلیماتِ اسلامی میں یہ بات بھی ملتی ھے کہ سب سے عظیم گناہ اگر کوئی چیز ھے تو وہ "رحمت الٰہی سے مایوسی ھے"۔ اس کی وجہ بھی صاف واضح ھے۔ جب انسان رحمتِ الٰہی سے مایوسی ھوجائے گا تو کبھی بھی اصلاح کی فکر نہیں کرے گا۔ وہ یہی خیال کرے گا کہ جب کافی عمر گناہ کرتے گزری تو اب چند دنوں کے لئے گناہ سے کنارہ کشی اختیار کرنے سے کیا فائدہ۔ جب ھم گناھوں کے بوجھ سے دبے ھوئے ھیں تو کیا ایك اور کیا دس۔ اب تو پانی سر سے اونچا ھوچکا ھے، ساری دنیا میں بدنامی ھوچکی، اب کاھے کی پرواہ، اپنے اعمال کے ذریعہ دوزخ خرید چکا ھوں۔ جب آتش جہنم میں جلنا ھے تو باقاعدہ جلیں گے اب ڈر کس بات کا۔

اگر انسان کی ساری عمر گناہ کرتے گزری ھو، اور اسے اس بات کا یقین ھو کہ میرے گناہ یقیناً بہت زیادہ ھیں، لیکن رحمتِ الٰہی اس سے بھی زیادہ وسیع ھے۔ میرے لاکھ گناہ سھی مگر اس کی رحمت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، اس کی ذات سے ھر وقت امید ھے، اگر میں سدھر جاؤں تو وہ آج بھی مجھے بخش سکتا ھے۔ اگر میں اپنے کئے پر نادم ھوجاؤں تو اس کی رحمت شامل حال ھوسکتی ھے۔ یہی وہ تصور اور عقیدہ ھے جو انسان کی زندگی میں ایك نمایاں فرق پیدا کرسکتا

ہے، ایك گناهگار كو پاك و پاكیزه بنا سكتا ہے۔
اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ امید انسانی زندگی کے لئے بہت ضروری چیز ہے۔ امید کردار سازی میں ایك مخصوص درجہ رکھتی ہے۔ اصلاح کی امید فساد کے سمندر میں غرق ہونے سے بچا لیتی ہے، اصلاح کی امید انسانی کردار کے لئے ایك مستحکم سپر ہے۔
جس قدر دنیا فاسد ہوتی جائے گی اسی اعتبار سے حضرت کے ظہور کی امید میں اضافہ ہوتا جائے گا، جس قدر یہ امید بڑھتی جائے گی اسی اعتبار سے انفرادی اور اجتماعی اصلاح ہوتی جائے گی۔ ایك صالح اور با کردار اقلیت کبھی بھی فسادی اکثریت کے سمندر میں غرق نہیں ہوگی۔
یہ ہے انتظار کا وہ فائدہ جو کردار کو فاسد ہونے سے محفوظ رکھتا ہے، ایك سچّے اور با کردار منتظر کا دامنِ عفت گناہوں سے آلوده نہیں ہوگا۔

مختصر یہ کہ
اگر انتظار کو صحیح معنوں میں پیش کیا جائے تو انتظار انسان کی زندگی کے لیے بہت ضروری ہے۔ اخلاقی قدروں کو اجاگر رکھنے کا ایك بہترین ذریعہ ہے۔ انتظار بے حس انسان کو ذمہ دار بنا دیتا ہے۔ بے اراده انسانوں کو پہاڑوں جیسا عزم و استقلال عطا کرتا ہے۔
ہاں اگر انتظار کے مفہوم کو بدل دیا جائے، اس کی غلط تفسیر کی جائے تو اس صورت میں انتظار ضرور ایك بے فائده چیز ہوگی۔
انتظار کبھی بھی انسان کو بے عمل نہیں بناتا۔ اور نہ بد اعمالی کی دعوت دیتا ہے، اس بات کی زنده دلیل وه روایت ہے جو اس آیۃ کریمہ کے ذیل میں وارد ہوئی ہے: وَعدَ اللهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لِیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فی الارض "وه لوگ جو ایمان لائے ہیں اور عمل صالح بجالاتے ہیں ان سے خدا کا یہ وعده ہے کہ خدا ان کو روئے زمین پر حکومت عطا کرے گا۔" امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اس آیت سے مراد القائم واصحابہ 11 اس سے مراد حضرت مہدی (ع) اور ان کے اصحاب ہیں۔
ایك دوسری روایت میں ہے نزلت فی المهدی 12 یہ آیۃ کریمہ حضرت مہدی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔
غور طلب بات یہ ہے کہ اس آیۃ کریمہ میں جو حضرت کے اصحاب کی صفت بیان کی گئی ہے ان میں ایك ایمان ہے اور دوسرا عمل صالح
قیناً اس عالمی انقلاب کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہے جن کے ایمان پختہ ہوں، عقائد مستحکم ہوں، عقیدے کی ہر منزل کامل ہو، عمل کے میدان میں مرد میداں ہوں۔ جو لوگ ابھی انتظار کی گھڑیاں گذار رہے ہیں، ان میں گزشتہ باتوں کا پایا جانا ضروری ہے اور جن میں یہ صفات موجود ہوں گے وہی سچّے منتظر ہوں گے۔
وه لوگ جن کے ایمان کامل نہیں ہیں یا عمل صالح میں کورے ہیں تو وه ظہور سے پہلے اپنی اصلاح کرلیں ورنہ بغیر اصلاح کئے ہوئے اگر کسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں تو وه بس اپنی ہی فنا اور نابودی ہے۔
انتظار کا حق اسے ہے جس کا دل ایمان سے لبریز ہو، جو عزم و استقلال کا مالك ہو۔ وه کیا انتظار کرے گا جو ہمیشہ اونگھا کرتا ہے۔
سچا منتظر وه ہے جو ہمیشہ اپنی اصلاح میں لگا رہتا ہے اور اسی کے ساتھ سماجی اصلاح کی فکر میں غرق رہتا ہے اجتماع کی فلاح و بہبود میں ہمیشہ کوشاں رہتا ہے۔
ہاں یہ ہے سچا منتظر اور یہ ہیں انتظار کے حقیقی معنی۔

---

10. بحار الانوار، جلد51 ص74 طبع جدید
11. بحار الانوار ج51، ص58 طبع جدید

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ظہور کی علامتیں

اس عالمی انقلاب کی کچھ علامتیں بھی ھیں کہ انتا عظیم انقلاب کب برپا ھوگا۔؟
ھم اس عظیم انقلاب سے نزدیك ھو رھے ھیں یا نہیں۔؟
اس عظیم انقلاب کو اور قریب کیا جاسکتا ھے؟
اگر یہ ممکن ھے تو اس کے اسباب و وسائل کیا ھیں؟
تمام سوالوں کے جواب مثبت ھیں۔
دنیا میں کوئی بھی طوفان ایکا ایکی نہیں آتا ھے۔ سماج میں انقلاب رونما ھونے سے پہلے اس کی علامتیں ظاھر ھونے لگتی ھیں۔
اسلامی روایات میں اس عظیم انقلاب کی نشانیوں کا تذکرہ ملتا ھے۔ یہ نشانیاں اور علامتیں دو طرح کی ھیں:
1) عمومی علامتیں جو ھر انقلاب سے پہلے (انقلاب کے تناسب سے) ظاھر ھوتی ھیں۔
2) جزئیات جن کو معمولی و اطلاع کی بنیاد پر نہیں پرکھا جاسکتا ھے بلکہ ان جزئیات کی حیثیت ایك طرح کی اعجازی ھے۔
ذیل کی سطروں میں دونوں قسم کی علامتوں کا ذکر کیا جاتا ھے۔

ظلم و فساد کا رواج

سب سے پہلی وہ علامت جو عظیم انقلاب کی آمد کی خبر دیتی ھے۔ وہ ظلم و فساد کا رواج ھے۔ جس وقت ھر طرف ظلم پھیل جائے، ھر چیز کو فساد اپنی لپیٹ میں لے لے۔ دوسروں کے حقوق پامال ھونے لگیں، سماج برائیوں کا گڑھ بن جائے اس وقت عظیم انقلاب کی آھٹ محسوس ھونے لگتی ھے۔ یہ طے شدہ بات ھے کہ جب دباؤ حد سے بڑھ جائے گا تو دھماکہ ضرور ھوگا یہی صورت سماج کی بھی ھے جب سماج پر ظلم و فساد کا دباؤ حد سے بڑھ جائے گا تو اس کے نتیجہ میں ایك انقلاب ضرور رونما ھوگا۔
اس عظیم عالمی انقلاب اور حضرت مہدی (عج) کے ظہور کے بارے میں بھی بات کچھ اسی طرح کی ھے۔
منفی انداز فکر والوں کی طرح یہ نہیں سوچنا چاھیے کہ ظلم و فساد کو زیادہ سے زیادہ ھوا دی جائے تاکہ جلد از جلد انقلاب آجائے بلکہ فساد اور ظلم کی عمومیت کو دیکھتے ھوئے اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی فکر کرنا چاھیے، تاکہ صالح افراد کی ایك ایسی جماعت تیار ھوسکے جو انقلاب کی علمبردار بن سکے۔
اسلامی روایات میں اس پہلی علامت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ھے:۔
کما ملئت ظلما وجوراً ..." جس طرح زمین ظلم و جور سے بھر چکی ھوگی یہاں ایك سوال یہ اٹھتا ھے کہ "ظلم و جور" مترادف الفاظ ھیں یا معانی کے اعتبار سے مختلف۔
دوسروں کے حقوق پر تجاوز دو طرح ھوتا ھے۔
ایك یہ کہ انسان دوسروں کے حقوق چھین لے اور ان کی محنت سے خود استفادہ کرے اس کو "ظلم" کہتے ھیں۔
دوسرے یہ کہ دوسروں کے حقوق چھین کر اوروں کو دے دے، اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے اپنے دوستوں کو عوام کے جان و مال پر مسلط کردے اس کو "جور" کہتے ھیں۔
ان الفاظ کے مد مقابل جو الفاظ ھیں وہ ھیں ظلم کے مقابل "قسط" اور جور کے مقابل "عدل" ھے۔
اب تك بات عمومی سطح پر ھورھی تھی کہ ھر انقلاب سے پہلے مظالم کا وجود انقلاب کی آمد کی خبر دیتا ھے۔
قابل غور بات تو یہ ھے کہ اسلامی روایات نے سماجی برائیوں کی جزئیات کی نشاندھی کی ھے۔ یہ باتیں اگر چہ 13۔ 14 سو سال پہلے کہی گئی ھیں لیکن ان کا تعلق اس زمانے سے نہیں ھے بلکہ آج کل ھماری دنیا سے ھے۔ یہ جزئیات کچھ اس طرح بیان کیے گئے ھیں گویا بیان کرنے والا اپنی آنکھوں سے دیکھ رھا ھو، اور بیان کررھا ھو۔ یہ پیشین گوئیاں کسی معجزے سے کم نہیں ھیں۔
اس سلسلے میں ھم متعدد روایتوں میں سے صرف ایك روایت کو ذکر کرتے ھیں۔ یہ روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ھوئی ھے۔ اس روایت میں سیاسی، سماجی اور اخلاقی مفاسد کا ذکر کیا گیا ھے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب سے ارشاد فرمایا ھے:
1- جس وقت تم یہ دیکھو کہ ھر طرف ظلم و ستم پھیل رھا ھے۔
2- جس وقت تم یہ دیکھو کہ قرآن فرسودہ کردیا گیا ھے اور دین میں بدعتیں رائج کردی گئی ھیں۔
3- جس وقت تم یہ دیکھو کہ دین خدا اس طرح اپنے مفاھیم سے خالی ھوگیا ھے جس طرح برتن الٹ دیا گیا ھو۔
4- جس وقت تم یہ دیکھو کہ اھل باطل صاحبانِ حق پر مسلط ھوگئے ھیں۔
5- جس وقت تم یہ دیکھو کہ مرد مرد پر اور عورتیں عورتوں پر اکتفا کر رھی ھیں۔
6- جس وقت تم یہ دیکھو کہ صاحبانِ ایمان سے خاموشی اختیار کرلی ھے۔
7- جس وقت تم یہ دیکھو کہ چھوٹے بڑوں کا احترام نہیں کر رھے ھیں۔
8- جس وقت تم یہ دیکھو کہ رشتہ داریاں ٹوٹ گئی ھیں۔
9- جس وقت تم یہ دیکھو کہ چاپلوسی کا بازار گرم ھے۔
10- جس وقت تم یہ دیکھو کہ شراب اعلانیہ پی جارھی ھے۔
11- جس وقت تم یہ دیکھو کہ خیر کے راستے اُجاڑ اور شر کی راھیں آباد ھیں۔
12- جس وقت تم یہ دیکھو کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا جارھا ھے۔
13- جس وقت تم یہ دیکھو کہ احکامِ دین کی حسبِ منشا تفسیر کی جارھی ھے۔
14- جس وقت تم یہ دیکھو کہ صاحبان ایمان ھے آزادی اس طرح سلب کرلی گئی ھے کہ وہ اپنے دل کے علاوہ کسی اور سے اظھار نفرت نہیں کرسکتے۔
15 جس وقت تم یہ دیکھو کہ سرمایہ کا بیشتر حصّہ گناہ میں صرف ھورھا ھے۔
16- جس وقت تم یہ دیکھو کہ حکومتی ملازمین کے درمیان رشوت عام ھوگئی ھے۔
17- جس وقت تم یہ دیکھو کہ حساس و اھم منصبوں پر نااھل قبضہ جمائے ھیں۔
18- جس وقت تم یہ دیکھو کہ (بعض مرد) اپنی عورتوں کی ناجائز کمائی پر زندگی بسر کر رھے ھیں۔
19- جس وقت تم یہ دیکھو کہ قمار آزاد ھوگیا ھے (قانونی ھوگیا ھے)
20- جس وقت تم یہ دیکھو کہ ناروا تفریحیں اتنی عام ھوگئی ھیں کہ کوئی روکنے کی ھمّت نہیں کر رھا ھے۔
21- جس وقت تم یہ دیکھو کہ قرآنی حقائق کا سننا لوگوں پر گراں گذرتا ھے۔
22- جس وقت تم یہ دیکھو کہ پڑوسی پڑوسی کی زبان کے ڈر سے اس کا احترام کر رھا ھے۔
23- جس وقت تم یہ دیکھو کہ مسجدوں کی آرائش کی جارھی ھے۔
24- جس وقت تم یہ دیکھو کہ غیر خدا کے لئے حج کیا جارھا ھے۔
25- جس وقت تم یہ دیکھو کہ عوام سنگ دل ھوگئے ھیں۔
26- جس وقت تم یہ دیکھو کہ عوام اس کے حامی ھوں جو غالب آجائے (خواہ حق پر ھو خواہ باطل پر)
27- جس وقت تم یہ دیکھو کہ حلال کے متلاشی افراد کی مذمّت کی جائے اور حرام کی جستجو کرنے والوں کی مدح۔
28- جس وقت تم یہ دیکھو کہ لہو و لعب کے آلات مکّہ مدینہ میں (بھی رائج ھوں۔
29- جس وقت تم یہ دیکھو کہ مسجد ان لوگوں سے بھری ھے جو خدا سے نہیں ڈرتے۔
30- جس وقت تم یہ دیکھو کہ لوگوں کی ساری توجہ پیٹ اور شرمگاہ پر مرکوز ھے۔
31- جس وقت تم یہ دیکھو کہ مادی اور دنیاوی وسائل کی فراوانی ھے، دنیا کا رخ عوام کی طرف ھے۔
32- جس وقت تم یہ دیکھو کہ اگر کوئی امر بمعروف اور نہی از منکر کرے تو لوگ اس سے یہ کہیں کہ یہ تمھاری ذمہ داری نہیں ھے۔
33- جس وقت تم یہ دیکھو کہ عورتیں اپنے آپ کو بے دینوں کے حوالے کر رھی ھیں۔
34- جس وقت تم یہ دیکھو کہ حق پرستی کے پرچم فرسودہ ھوگئے ھیں۔
35- جس وقت تم یہ دیکھو کہ بربادی آبادی پر سبقت لے جارھی ھے۔
36- جس وقت تم یہ دیکھو کہ بعض کی روزی صرف کم فروشی پر منحصر ھے۔
37- جس وقت تم یہ دیکھو کہ ایسے افراد موجود ھیں جنھوں نے مال کی فراوانی کے باوجود اپنی زندگی میں ایك مرتبہ بھی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

زكات نہيں دی ھے۔
38۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ لوگ صبح و شام نشہ ميں چور ھيں۔
39۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ لوگ ايك دوسرے كو ديكھتے ھيں اور بروں كی تقليد كرتے ھيں۔
40۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ ہر سال نيا فساد اور نئی بدعت ايجاد ہوتی ھے۔
41۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ عوام اپنے اجتماعات ميں خود پسند سرمايہ داروں كے پيروكار ھيں۔
42۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ جانوروں كی طرح سب كے سامنے جنسی افعال انجام دے رہے ھيں
43۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ غير خدا كے سلسلے ميں زيادہ سے زيادہ خرچ كرنے ميں كوئی تكلف نہيں كرتے ليكن خدا كی راہ ميں معمولی رقم بھی صرف نہيں كرتے۔
44۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ ايسے افراد بھی ھيں كہ جس دن گناہ كبيرہ انجام نہ ديں اس دن غمگيں رہتے ھيں۔
45۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ حكومت عورتوں كے ہاتھوں ميں چل گئی ھے۔
46۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ ہوائيں منافقوں كے حق ميں چل رہی ھيں، ايمان داروں كو اس سے كچھ حاصل نہيں ھے۔
47۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ قاضی احكامِ الٰہی كے خلافِ فيصلہ دے رہا ھے۔
48۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ بندوں كو تقویٰ كی دعوت دی جارہی ھے مگر دعوت دينے والا خود اس پر عمل نہيں كر رہا ھے۔
49۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ لوگ اوقات نماز كو اہميت نہيں دے رہے ھيں۔
50۔ جس وقت تم يہ ديكھو كہ ضرورت مندوں كی امداد بھی پارٹی كی بنياد پر كی جارہی ھے، كوئی خدائی عنصر نہيں ھے۔
ايسے زمانے ميں اپنے آپ كی حفاظت كرو، خدا سے نجات طلب كرو كہ تمھيں مفاسد سے محفوظ ركھے (انقلاب نزديك ھے)۔ 13
اس طولانی حديث ميں (جس كو ہم نے بطور اختصار پيش كيا ھے) جو برائياں اور مفاسد بيان كئے گئے ھيں انھيں تين حصوں ميں تقسيم كيا جاسكتا ھے۔
1) وہ برائياں اور مفاسد جو دوسروں كے حقوق اور حكومتوں سے متعلق ھيں جيسے باطل كے طرفداروں كی كاميابی، زبان و عمل پر پابندياں، وہ بھی اتنی سخت پابندياں كہ صاحبانِ ايمان كسی سے اظہار رائے نہ كرسكيں بربادی كے سلسلے ميں سرمايہ گذاری، رشوت كی گرم بازاری، اعلیٰ اور حساس منصبوں كی نيلامی، جاھل عوام كی طرف سے صاحبانِ اقتدار كی حمايت۔
جنگ كا ميدان گرم ركھنے كے لئے سرمايہ كی افراط، تباہ كن اسلحوں كی دوڑ (آج وہ رقم جو اسلحوں پر صرف ہورہی ھے وہ اس رقم سے كہيں زيادہ ھے جو تعميری اور فلاح و بہبود كے كاموں پر صرف ہوتی ھے)۔
برائيوں كے اس ھجوم ميں كسی كو اپنی ذمہ داری كا احساس تو در كنار، ايك دوسرے كو يہ نصيحت كی جارہی ھے كہ ايسے ماحول ميں بے طرف رہنا چاھئے۔
2) اخلاقی برائياں، جيسے چاپلوسی، تنگ نظری، حسد، ذليل كاموں كے لئے آمادگی۔ (جيسے مرد اپنی زوجہ كی ناجائز كمائی سے زندگی بسر كرے)۔ شراب و قمار كی عموميت غير اخلاقی تفريحيں، اعمال پر تقريريں اور بے عمل مقررين، رياكاری، ظاھر داری ہر چيز ميں پارٹی بازی، شخصيت كا معيار دولت كی فراوانی...
3) وہ برائياں جن كا تعلق مذھب سے ھے، جيسے خواھشات كو قرآنی احكام پر ترجيح دينا، اسلامی احكام كی حسب منشاء تفسير، مذھبی معاملات كو مادی اور دنياوی معياروں پر پركھنا، مسجدوں ميں گناہگاروں كی اكثريت، مسجدوں كی آرائش، تقویٰ اور پرھيز گاری سے بے بہرہ نمازی، نماز كو اہميت نہ دينا۔
اگر غور كيا جائے اور منصفانہ نگاہ سے ديكھا جائے تو آج كے سماج ميں يہ ساری برائياں نظر آئيں گی۔
يہ تمام برائياں انقلاب كی پہلی اور آخری شرط نہيں ھيں بلكہ ظلم و جور كی فراوانی انقلاب كے لئے زمين ہموار كر رہی ھے۔ يہ برائياں مست اور خوابيدہ انسانوں كو بيدار كرنے كا ايك ذريعہ ھيں۔ سوئے ہوئے ضمير كے حق ميں تازيانہ ھيں تاكہ لوگ بيدار ہوں اور انقلاب كے لئے آمادہ ہوجائيں۔
دنيا والے ايك نہ ايك دن ضرور ان برائيوں كے علل و اسباب تلاش كريں گے اور اس كے نتائج پر غور كريں گے يہ تلاش عمومی سطح پر آگاھی فراھم كرے گی جس كے بعد ہر ايك كو اس بات كا يقين ہوجائے گا كہ اصلاح كے لئے انقلاب ضروری ھے۔ عالمی اصلاح كے لئے عالمی انقلاب دركار ھے۔

یہ بات قابل توجہ ھے کہ اگر دنیا کا کوئی گوشہ ان برائیوں سے پاك صاف ھے، یا بعض افراد ان مفاسد میں ملوث نہیں ھیں تو اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا ھے۔ کیونکہ جو بات بیان کی گئی ھے وہ عمومی سطح پر اور اکثریت کو پیش نظر رکھتے ھوئے بیان کی گئی ھے۔

خاص علامتیں

1) دجّال

جب کبھی دجال کا تذکرہ ھوتا ھے، ذھن پُرانے تصورات کی بنا پر فوراً ایك خاص شخص کی طرف متوجہ ھوجاتا ھے جس کے صرف ایك آنکھ ھے جس کا جسم بھی افسانوی ھے اور سواری بھی۔ جو حضرت مھدی (عج) کے عالمی انقلاب سے پہلے ظاھو ھوگا۔

لیکن دجال کے لغوی معنی 14 اور احادیث سے یہ استفادہ ھوتا ھے کہ دجال کسی خاص فرد سے مخصوص نہیں ھے۔ بلکہ یہ ایك عنوان ھے جو ھر دھوکہ باز اور حیلہ گر... پر منطبق ھوتا ھے۔ اور ھر اس شخص پر منطبق ھوتا ھے جو عالمی انقلاب کی راہ میں رکاوٹیں ایجاد کرتا ھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایك مشھور حدیث ھے:

انہ لہ یکن نبی بعد نوح الا انذر قومہ الدجال وانی انذر کموہ۔ 15

"جناب نوح (ع) کے بعد ھر نبی نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا ھے میں بھی تمھیں اس سے ھوشیار کرتا ھوں۔"

یہ بات مسلم ھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کو کسی ایسے فتنے سے نہیں ڈراتے تھے جو ھزاروں سال بعد آخری زمانہ میں رونما ھونے والا ھو۔

اسی حدیث کا یہ آخری جملہ خاص توجہ کا طالب ھے کہ:

فوصفہ لنا رسول اللہ فقال لعلہ سیدرکہ بعض من رأنی او سمع کلامی

رسول خدا (ص) نے ھمارے لئے اس کے صفات بیان فرمائے اور فرمایا کہ ھوسکتا ھے وہ لوگ اس سے دوچار ھوں جنھوں نے مجھے دیکھا ھے یا میری بات سنی ھے۔"

اس بات کا قوی احتمال ھے کہ حدیث کا یہ آخری جملہ ان فریب کاروں، سرکشوں، حیلہ گروں، مکّاروں ... کی نشاندھی کر رھا ھو جو آنحضرت (ص) کے بعد بڑے بڑے عنوان کے ساتھ ظاھر ھوئے۔ جیسے بنی امیہ اور ان کے سرکردہ معاویہ، جہاں "خال المومنین" اور "کاتب وحی" جیسے مقدس عناوین لگے ھوئے ھیں ان لوگوں نے عوام کو صراط مستقیم سے منحرف اور ان کو جاھلی رسومات کی طرف واپس لانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی، متقی اور ایمان دار افراد کو کنارے کردیا، اور عوام پر بدکاروں، جاھلوں اور جابروں کو مسلط کردیا۔

صحیح ترمذی کی ایك روایت یہ بھی ھے کہ آنحضرت (ص) نے دجال کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

"ما من نبی الا وقد انذر قومہ ولٰکن ساقول فیہ قولا لم یقلہ نبی لقومہ تعلمون انہ اعور۔ (وھی مآخذ)

ھر نبی نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا ھے، لیکن اس کے بارے میں، میں ایك ایسی بات کہہ رھا ھوں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہیں کہا، اور وہ یہ کہ وہ کانا ھے۔"

بعض حدیثوں میں ملتا ھے کہ حضرت مھدی (عج) کے ظھور سے پہلے تیس دجال رونما ھوں گے۔

انجیل میں بھی دجّال کے بارے میں ملتا ھے کہ:

تم کو معلوم ھے کہ دجال آنے والا ھے۔ آج کل بھی کافی دجال ظاھر ھوتے ھیں۔" 16

اس عبارت سے صاف ظاھر ھے کہ دجال متعدد ھیں۔

ایك دوسری حدیث میں آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ:

لا تقوم الساعۃ حتی یخرج نحوستین کذا بکلھم یقولون انا نبی۔

قیامت اس وقت تك نہیں آئے گی جب تك ساٹھ (60) جھوٹے پیدا نہ ھوجائیں جن میں سے ھر ایك اپنے پیغمبر بتائے گا۔" 17

اس روایت میں گرچہ دجال کا لفظ نہیں ھے لیکن اتنا ضرور معلوم ھوتا ھے کہ آخری زمانہ میں جھوٹے دعوے داروں کی تعداد ایك دو پر منحصر نہیں ھوگی۔

یہ ایك حقیقت ھے ك جب بھی کسی معاشرے میں انقلاب کے لئے زمین ھموار ھوتی ھے تو غلط افوا ھیں پھیلانے والوں، فریب کاروں، حیلہ گروں اور جھوٹے دعوے داروں کی تعداد بڑھ جاتی ھے۔ یہی لوگ ظالم اور فاسد نظام کے محافظ ھوتے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ھیں ان کی کوشش یہ ھوتی ھے کہ عوام کے جذبات، احساسات اور ان کے افکار سے غلط فائدہ اٹھایا جائے۔
یہ لوگ انقلاب کو بدنام کرنے کے لئے خود بھی بظاھر انقلابی بن جاتے ھیں اور انقلابی نعرے لگانے لگتے ھیں ایسے ھی لوگ انقلاب کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ھیں۔
یہ وہ دجال ھیں جن سے ھوشیار رھنے کے بارے میں ھر نبی نے اپنی امت سے نصیحت کی ھے۔
حضرت مھدی (عج) کا انقلاب صحیح معنوں میں عالمی انقلاب ھوگا۔ اس عالمی انقلاب کے لیے عوام میں جس قدر آمادگی بڑھتی جائے گی جتنا وہ فکری طور س آمادہ ھوتے جائیں گے ویسے ویس دجّالوں کی سرگرمیاں بھی تیز ھوتی جائیں گی ------- تاکہ انقلاب کی راہ میں روڑے اٹکا سکیں۔
ھوسکتا ھے کہ ان تمام دجالوں کی سربراھی ایك بڑے دجّال کے ھاتھوں میں ھو، اور اس دجال کی جو صفات بیان کی گئی ھیں وہ علامتی صفات ھوں ------- علامہ مجلسی (رح) نے بحار الانوار میں ایك روایت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل فرمائی ھے جس میں دجال کی صفات کا ذکر ھے وہ صفات یہ ھیں:
1) اس کے صرف ایك آنکھ ھے، یہ آنکھ پیشانی پر ستارۂ صبح کی طرح چمك رھی ھے۔ یہ آنکھ اس قدر خون آلود ھے گویا خون ھی سے بنی ھے۔
2) اس کا خچر (سواری) سفید اور تیزرو ھے، اس کا ایك قدم ایك میل کے برابر ھے۔ وہ بہت تیز رفتاری سے زمین کا سفر طے کرے گا۔
3) وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ جس وقت اپنے دوستوں کو آواز دے گا تو ساری دنیا میں اس کی آواز سنی جائے گی۔
4) وہ دریاؤں میں ڈوب جائے گا۔ وہ سورج کے ساتھ سفر کرے گا، اس کے سامنے دھنویں کا پہاڑ ھوگا اور اس کی پشت پر سفید پہاڑ ھوگا۔ لوگ اسے غذائیں مواد تصور کریں گے۔
5) وہ جس وقت ظاھر ھوگا اس وقت لوگ قحط میں اور غذائی مواد کی قلت میں مبتلا ھوں گے۔ 18
یہ بات اپنی جگہ صحیح ھے کہ ھمیں یہ حق حاصل نہیں ھے کہ ھم قرآن اور احادیث میں بیان شدہ مطالب کو "علامتی عنوان" قرار دیں کیونکہ یہ کام ایك طرح کی تفسیر بالرائے ھے جس کی شدّت سے مخالفت کی گئی ھے۔ لیکن یہ بھی صحیح نہیں ھے کہ عقلی اور نقلی قرینوں کی موجودگی میں لفظ کے ظاھری مفھوم سے چپکے رھیں۔
آخری زمانے کے بارے میں جو روایتیں وارد ھوئی ھیں ان میں "علامتی عنوان" بکثرت موجود ھیں۔
مثلا ایك روایت میں ھے کہ اس وقت مغرب سے آفتاب آئے گا۔ اگر اس حدیث کے ظاھری معنی مراد لئے جائیں تو اس کی دو صورتیں ھیں۔ ایك یہ کہ آفتاب ایکا ایکی مغرب سے طلوع کرے تو اس صورت میں منظومہ شمسی کی حرکت بالکل معکوس ھوجائے گی جس کے نتیجہ میں نظام کائنات درھم برھم ھوجائے گا۔ دوسرے یہ کہ آفتاب رفتہ رفتہ مغرب سے طلوع کرے۔ تو اس صورت میں رات دن اس قدت طولانی ھوجائیں گے جس سے نظام زندگی میں درھمی پیدا ھوجائے گی واضح رھے کہ یہ دونوں ھی معنی حدیث سے مراد نہیں ھیں۔ کیونکہ نظام درھم برھم ھونے کا تعلق سے ھے آخری زمانے سے نہیں، جیسا کہ صعصعہ بن صوحان کی روایت کے آخری فقرے سے استفادہ ھوتا ھے کہ یہ حدیث ایك علامتی عنوان ھے امام زمانہ کے بارے میں۔
نزال بن سیدہ جو اس حدیث کے راوی ھیں، انھوں نے صعصعہ بن صوحان سے دریافت کیا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے دجال کے بارے میں بیان کرنے کے بعد یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ مجھ سے ان واقعات کے بارے میں نہ دریافت کرو جو اس کے بعد رونما ھوں گے۔"
صعصعہ بن صوحان نے فرمایا:۔
جس کے پیچھے جناب عیسیٰ (ع) نماز ادا کریں گے وہ اھل بیت علیہم السلام کی بارھویں فرد ھوگا اور امام حسین علیہ السلام کی صلب میں نواں ھوگا۔ یہ وہ آفتاب ھے جو اپنے کو مغرب سے طلوع کرے گا۔
لہٰذا یہ بات بہت ممکن ھے کہ دجال کی صفات "علامتی عنوان" کی حیثیت رکھتی ھوں جن کا تعلق کسی خاص فرد سے نہ ھو بلکہ ھر وہ شخص دجال ھوسکتا ھے جو ان صفات کا حامل ھو یہ صفات مادی دنیا کے سر براھوں کی طرف بھی اشارہ کر رھی ھیں، کیونکہ:
1) ان لوگوں کی صرف ایك آنکھ ھے، اور وہ ھے مادی و اقتصادی آنکھ ۔ یہ لوگ دنیا کے تمام مسائل کو صرف اسی نگاہ سے دیکھتے ھیں۔ مادی مقاصد کے حصول کی خاطر جائز و ناجائز کے فرق کو یکسر بھول جاتے ھیں۔
ان کی یہی مادی آنکھ بہت زیادہ چمکدار ھے، کیونکہ ان لوگوں نے صنعتی میدان میں چشم گیر ترقی کی ھے۔ زمین کی حدوں سے باھر نکل گئے ھیں۔

2) تیز رفتار سواریاں ان کے اختیار میں ھیں۔ مختصر سی مدّت میں ساری دنیا کا چکّر لگا لیتے ھیں۔
3) یہ لوگ خدائی کے دعوے دار ھیں۔ کمزور اور غیر ترقی یافتہ ممالك کی قسمت سے کھیلنا اپنا فرض سمجھتے ھیں۔
4) جدید ترین آبدوزوں کے ذریعہ سمندر کی تہوں میں سورج کے ساتھ سفر کرتے ھیں، ان کی نگاھوں کے سامنے دیو پیکر کارخانے، دھویں کا پہاڑ، اور ان کے پیچھے غذائی مواد کا انبار سفید پہاڑ، (جس کی عوام غذائی اشیاء تصور کرتے ھیں، جب کہ وہ صرف پیٹ بھراؤ چیزیں ھیں، ان میں غذائیت نہیں ھے)۔
5) قحط، خشك سالی، استعماریت، جنگ کے لئے سرمایہ گذاری، اسلحہ کے کمرشکن مصارف قتل و غارت گری ... ان چیزوں کی بنا پر غذائی اشیاء میں شدید قلت پیدا ھوجاتی ھے جس کی وجہ سے بعض لوگ بھکمری کا شکار ھوجاتے ھیں۔
یہ حالات دجال کے منصوبہ بند پروگرام کا نتیجہ ھیں جس سے وہ حسب منشاء استفادہ اٹھاتا ھے۔ کمزوروں، غریبوں اور زحمت کشوں کی امداد کے بہانے اپنے اقتدار کو استحکام عطا کرتا ھے۔
بعض روایتوں میں ھے ك دجّال کی سواری کے ھر بال سے مخصوص قسم کا ساز سنائی دے گا یہ روایت آج کل کی دنیا پر کس قدر منطبق ھو رھی ھے کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں موسیقی کا جال بچھا ھوا ھے کوئی گھر سازو آواز سے خالی نہیں ھے۔
خواہ دجال ایك مخصوص شخص کا نام ھو، خواہ دجال کی صفات "علامتی عنوان" کی حیثیت رکھتی ھوں، بہر حال عالمی انقلاب کے منتظر افراد، اور حضرت مھدی (عج) کے جانبازوں کی ذمہ داری ھے کہ وہ دجال صفت افراد سے مرعوب نہ ھوں اور ان کے دام فریب میں گرفتار ھوں۔ انقلاب کے لئے زمین ھموار کرنے کے لئے ھر ممکن کوشش کرتے رھیں، اور کسی وقت بھی ناکامی اور سستی کے احساس کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔

2) سفیانی کا ظھور
دجال کی طرح سفیانی کا بھی تذکرہ شیعہ اور سنّی روایات میں ملتا ھے۔ عالمی انقلاب کے نزدیك زمانے میں سفیانی کا ظھور ھوگا۔ 19
بعض روایتوں سے پتہ چلتا ھے کہ سفیانی ایك معین شخص کا نام ھے جو ابوسفیان کی نسل سے ھوگا۔ لیکن بعض دوسری روایتوں سے استفادہ ھوتا ھے کہ سفیانی صرف ایك فرد کا نام نہیں ھے بلکہ یہ نام ان تمام افراد کو شامل ھے، جن میں سفیانی صفات پائی جاتی ھیں۔
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ایك روایت ھے جس سے یہ استفادہ ھوتا ھے کہ سفیانی شخص سے زیادہ صفات کا نام ھے۔ سفیانی بھی ایك علامتی عنوان ھے کہ ھر مصلح کے مقابلے میں کوئی نہ کوئی سفیانی ضرور ظاھر ھوگا۔
وہ روایت یہ ھے:
امر السفیانی حتم من الله ولا یکون قائم الا بسفیانی 20
"سفیانی کا ظھور لازمی اور ضروری ھے۔ اور ھر قیام کرنے والے کے مقابلے میں ایك سفیانی موجود ھے۔"
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایك روایت نقل ھوئی ھے، جس کے الفاظ یہ ھیں:
انا وآٰل ابی سفیان اھل بیتین تعادینا فی الله! قلنا صدق الله وقالوا کذب الله! قاتل ابوسفیان رسول الله و قاتل معاویۃ علی ابن ابی طالب و قاتل یزید بن معاویۃ الحسین بن علی والسفیانی یقاتل القائم 21
"ھم اور آل ابوسفیان دو خاندان ھیں جنھوں نے اللہ کی راہ میں ایك دوسرے کی مخالفت کی۔ ھم نے الٰھی پیغامات کی تصدیق کی اور انھوں نے الٰھی پیغامات کی تکذیب، ابوسفیان نے رسول خدا (ص) سے جنگ کی، معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کی، معاویہ کے بیٹے یزید نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا اور سفیانی قائم (عج) سے برسر بیکار ھوگا۔"
گذشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ھے کہ تعمیری اقدامات کے مقابلہ میں دجال صفت افراد کس طرح سرگرم رھیں گے، ذیل کی سطروں میں سفیانیوں کی سرگرمیاں ملاحظہ ھوں۔ سفیانیوں کی شاہ فرد اور اس ناپاك سلسلے کی ابتداء کا نام ھے ابوسفیان! جس میں یہ خصوصیات تھیں:۔
1) لوٹ مار، ڈاکہ، قتل، غارت گری... کے ذریعہ سرمایہ دار بنا تھا۔ دوسروں کے حقوق چھین چھین کر مالدار ھوگیا تھا۔
2) شیطانی حربوں سے قدرت و طاقت حاصل کی تھی۔ مکہ اور مضافات کی ریاست اسی کے ھاتھوں میں تھی۔
3) جاھلی اور طبقاتی نظام کا مکمل نمونہ تھا۔ وہ جی جان سے بتوں اور بت پرستی کی حمایت کرتا تھا تفرقہ اندازی اس کا بہترین مشغلہ تھا، اور یہی اس کی حکومت کا راز تھا۔

اسلام ان تمام باتوں کا شدت سے مخالف تھا اور ھے۔ اسلام کے آنے کے بعد اس کی ساری شخصیت پر پانی پڑگیا۔ اس کی سرمایہ داری، طاقت اور ریاست سب ختم ھوگئی۔ کیونکہ اسلام نے وہ تمام ذرائع یکسر ختم کردیے جن کے ذریعہ ابوسفیان سرمایہ دار، قدرت مند اور سردار قوم بنا تھا۔ اسی لئے وہ برابر اسلام سے جنگ کرتا رھا مگر ھر مرتبہ ھزیمت اٹھاتا رھا۔ اس طرح ابوسفیان کے جیتے جی اس کی شخصیت زندہ درگور ھوگئی فتح مکہ کے بعد ابوسفیان نے بادل ناخواستہ اسلام تو قبول کرلیا، مگر اسلام دشمنی میں کوئی کمی نہیں آئی، اور اسلام دشمنی نسلاً بعد نسل اس کی اولاد میں منتقل ھوتی رھی۔ معاویہ کو ورثہ میں اسلام اور آل محمد (ص) کی دشمنی ملی اور معاویہ نے یزید میں یہ جراثیم منتقل کردیے۔

جس وقت حضرت مھدی (عج) کا ظھور ھوگا اس وقت بھی ابوسفیان کی نسل کا ایك سفیانی، یا ابوسفیان کی صفات کا ایك مجسمہ ایك سفیانی حضرت کے خلاف صف آراء ھوگا۔ اس کی بھرپور کوشش یہ ھوگی کہ انقلاب نہ آنے دے یا کم از کم انقلاب کی راہ میں رکاوٹیں ایجاد کرکے انقلاب کو جلدی نہ آنے دے۔

دجّال اور سفیانی دونوں کا مقصد ایك ھی ھے، مگر جو فرق ھوسکتا ھے وہ یہ کہ دجال کی سرگرمیاں پوشیدہ پوشیدہ ھوں گی جبکہ سفیانی کھلے عام مخالف اور جنگ کرے گا۔

بعض روایت کے مطابق سفیانی زمین کے آباد حصوں پر حکمرانی کرے گا۔ جس طرح ابوسفیان معاویہ، یزید ... نے حکومتیں کی ھیں۔

آخری زمانے کا یہ سفیانی بھی اس طرح ھزیمت اُٹھائے گا جس طرح اس کے قبل ابوسفیان اور بقیہ سفیانیوں نے اپنے اپنے زمانے کے مصلح سے ھزیمت اٹھائی ھے۔

ہاں پر ھم ایك بار پھر یہ بات گوش گزار کریں گے کہ آخری زمانے کے انتظار کرنے والوں اور حضرت مھدی (عج) کے جانباز سپاھیوں کی ذمہ داری یہ ھے کہ ھر طرح کے دجالوں اور سفیانیوں سے ھوشیار رھیں خواہ وہ کسی لباس، کسی صورت اور کسی انداز سے کیوں نہ پیش آئیں کیونکہ سفیانیوں کی ھمیشہ یہ کوشش رھی ھے کہ شائستہ افراد، متقی و پرھیزگار اور مصلحین سماجی سرگرمیوں سے بالکل کنارہ کش ھوجائیں، تاکہ یہ لوگ بے روك ٹوك اپنے منصوبوں کو عملی بنا سکیں جس کی مثالیں معاویہ کی حکومت میں بے شمار ھیں۔

3) طولانی غیبت

علامات ظھور کے ذیل میں ابھی یہ تذکرہ کرچکے ھیں کہ ظلم و استبداد کی ھمہ گیری کسی عالمی مصلح کی آمد کی خبر دے رھی ھے۔ شب کی سیاھی سپیدۂ سحری کا مژدہ سنا رھی ھے۔

اس صورت میں ایك سوال ذھن میں کروٹیں لیتا ھے اور وہ یہ کہ جب ظلم اتنا پھیل چکا ھے تو ظھور میں تاخیر کیوں ھورھی ھے؟ استبداد کی ھمہ گیری کے باوجود غیبت طولانی کیوں ھورھی ھے؟

اس سوال کے جواب کے لئے یہ باتیں قابل غور ھیں۔

(1) گزشتہ انبیاء اور رسولوں کے انقلاب کی طرح حضرت مھدی (عج) کا انقلاب بھی طبیعی علل و اسباب پر مبنی ھوگا۔ اس انقلاب کی کوئی اعجازی شکل و صورت نہ ھوگی۔ معجزات تو خاص خاص صورتوں سے مخصوص ھیں۔ جس طرح پیغمبر اسلام (ص) نے اپنی 23 سالہ تبلیغی زندگی میں خاص مواقع کے علاوہ ھر جگہ عام علل و اسباب سے کام لیا ھے۔ اسی لئے ھمیں ملتا ھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے مشن کی تبلیغ و توسیع میں روز مرّہ کے وسائل سے استفادہ کرتے تھے مثلاً افراد کی تربیت، مسائل میں مشورہ، منصوبہ کی تشکیل، جنگ کے لیے نقشہ کشی خلاصہ یہ کہ ھر مادی اور معنوی وسائل سے استفادہ کرتے اور اسی سے اپنے مشن کو آگے بڑھاتے تھے۔ وہ میدان جنگ میں ھاتھ پر ھاتھ دھرے کسی معجزے کا انتظار نہیں کرتے تھے، بلکہ خدا پر بھروسہ کر کے اپنی طاقت سے جنگ لڑتے تھے اور کامیاب ھوتے تھے۔ اسی طرح حضرت مھدی (عج) اپنے عالمی انقلاب میں روز مرہ کے وسائل سے استفادہ کریں گے۔ الٰہی منصوبوں کو عملی بنائیں گے ان کا کام الٰہی پیغام کی تبلیغ ھی نہیں بلکہ وہ الٰہی احکام کو ان کی صحیح شکل میں نافذ کریں گے۔ وہ دنیا سے ھر طرح کا ظلم و جور کا خاتمہ کردیں گے اتنا بڑا کام صرف یونہی نہیں ھوجائے گا بلکہ اس کے لئے بہت سی چیزیں ضروری ھیں۔

(2) گذشتہ بیان سے یہ بنیادی بات واضح ھوگئی کہ انقلاب سے پہلے بعض چیزوں کا وجود ضروری ھے۔ عوام میں کئی اعتبار سے آمادگی درکار ھے۔

ایك: قبولیت

دنیا کی نا انصافیوں کی تلخیوں کو دنیا والے باقاعدہ احساس کریں۔ انسان کے خود ساختہ قوانین کے نقائص اور اس کی

کمزوریوں کو بھی سمجھیں۔
لوگوں کو اس حقیقت کا باقاعدہ احساس ہوجائے کہ مادی قوانین کے سایہ میں حیاتِ انسانی کو سعادت نصیب نہیں ھوسکتی ھے۔ انسان کے خود ساختہ قوانین کے لئے کوئی "نفاذی ضمانت" نہیں ھے بلکہ انسان کے خود ساختہ قوانین مشکلات میں اضافہ کرتے ھیں کمی نہیں۔ یہ احساس بھی ھونا چاھئے کہ موجودہ افراتفری کا سبب خود ساختہ نظام ھائے حیات ھیں۔
لوگوں کو اس بات کا بھی احساس ھونا چاھئے کہ یہ دنیا اسی وقت سدھر سکتی ھے جب میں ایسا نظام نافذ ھوگا جس کی بنیاد معنویت، انسانی اور اخلاقی اقدار پر ھو، جہاں معنویت اور مادیت دونوں کو جائز حقوق دیے گئے ھوں۔ جس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو بہ حد اعتدال سیراب کیا گیا ھو۔
اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی باور ھوجائے کہ صنعت اور ٹکنالوجی کے میدانوں میں چشم گیر اور حیرت انگیز ترقیاں انسان کو سعادت عطا نہیں کرسکتی ھیں۔ البتہ شقادت ضرور تقسیم کرسکتی ھیں۔ ھاں اس صورت میں ضرور مفید ثابت ھوسکتی ھیں جب یہ ترقیاں معنوی، انسانی اور اخلاقی اصولوں کے زیر سایہ حاصل کی جائیں۔
مختصر یہ کہ جب خوب تشنہ نہیں ھوں گے اس وقت تك چشمہ کی تلاش میں تگ و دو نہیں کریں گے۔
یہ تشنگی کچھ تو رفتہ رفتہ وقت گذرنے سے حاصل ھوگی اور کچھ کے لیے تعلیم و تربیت درکار ھوگی، یہ دنیا کے مفکرین کا کام ھے کہ ھر ایك میں یہ احساس بیدار کردیں کہ انسان کے خود ساختہ قوانین دنیا کی اصلاح نہیں کرسکتے ھیں بلکہ اس کے لئے ایك عالمی انقلاب درکار ھے۔ بہر حال اس میں وقت لگے گا۔

دو۔ ثقافتی اور صنعتی ارتقاء
ساری دنیا کے لوگ ایك پرچم تلے جمع ھوجائیں، حقیقی تعلیم و تربیت کو اتنا زیادہ عام کیا جائے کہ فرد فرد اس بات کا قائل ھوجائے کہ زبان، نسل، علاقائیت... ھرگز اس بات کا سبب نہیں بن سکتے کہ تمام دنیا کے باشندے ایك گھر کے افراد کی طرح زندگی بسر نہ کرسکیں۔
دنیا کی اقتصادی مشکلات اسی وقت حل ھوسکتی ھیں جب ثقافت اور افکار میں ارتقاء اور وسعت پیدا ھو۔ اسی کے ساتھ صنعت بھی اتنا ترقی یافتہ ھوکہ دنیا کا کوئی گوشہ اس کی دسترس سے دور نہ ھو۔
بعض روایتوں سے استفادہ ھوتا ھے کہ حضرت مہدی (عج) کے ظہور کے بعد صنعت خاص طور پر ٹرانسپورٹ اتنی زیادہ ترقی یافتہ ھوجائے گی کہ یہ وسیع و عریض دنیا نزدیك شہروں کے مانند ھوجائے گی۔ مشرق و مغرب میں بسنے والے اس طرح زندگی بسر کریں گے جس طرح ایك گھر کے افراد زندگی بسر کرتے ھیں۔
ظہور کے بعد ھوسکتا ھے کہ ترقیاں انقلابی صورت میں رونما ھوں مگر اتنا ضرور ھے کہ ظہور کے لئے علمی طور پر آمادگی ضروری ھے۔

تین: انقلابی گروہ
ایسے افراد کی موجودگی ضروری ھے جو انقلاب میں بنیادی کردار ادا کرسکیں، ایسے افراد کی تعداد کم ھی کیوں نہ ھو، مگر عملی اعتبار سے ھر ایك بھرپور انقلابی ھو اور انقلابی اصولوں پر جی جان سے عامل ھو، غیر معمولی شجاع، دلسوز، فداکار، جانباز اور جاں نثار ھو۔
اس دھکتی ھوئی دنیا اور خزاں رسیدہ کائنات میں ایسے پھول کھلیں جو گلستاں کا مقدمہ بن سکیں جو بہار کا پیش خیمہ ھوسکیں۔ انسانوں کے ڈھیر سے ایسے عالی صفت افراد نکلیں جو آئندہ انقلاب کی مکمل تصویر ھوں۔
ایسے افراد کی تربیت خود معصوم رھبر کے سپرد ھے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسے افراد کی تربیت کا انتظام کریں۔
چونکہ ھر کام معجزے سے نہیں ھوگا، لہٰذا یہاں بھی وقت درکار ھے۔
بعض روایتوں میں حضرت مہدی (عج) کی غیبت کے طولانی ھونے کا سبب یہ بیان کیا گیا ھے کہ خالص ترین افراد سامنے آجائیں، جو ھر طرح کے امتحانوں میں کامیاب ھوچکے ھوں۔
اس بات کی وضاحت کی ضرورت ھے کہ الٰہی امتحان اور آزمائش کا مطلب ممتحن کے علم میں اضافہ کرنا نہیں ھے بلکہ امتحان دینے والوں کی پوشیدہ صلاحیتوں کا اظہار ھے یعنی وہ استعداد جو قوت کی منزل میں ھے اسے فعلیت عطا کرنا ھے۔
گذشتہ بیان سے یہ بات کسی حد تك ضرور واضح ھوگئی ك حضرت مہدی (عج) کے ظہور میں تاخیر کیوں ھورھی ھے تاخیر کا سبب ھمارے نواقص اور کمزوریاں ھیں، ورنہ اس طرف سے کوئی تاخیر نہیں ھے۔ جس وقت ھم اپنے نواقص کو ختم اور کمزوریوں کو دور کرلیں گے اس وقت ظہور ھوجائے گا۔ جس قدر جلد ھم اس مقصد میں کامیاب ھوجائیں گے اتنا

ہی جلد ظہور ہوگا۔

زمانۂ غیبت میں وجودِ امام کا فائدہ

حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ کی غیبت کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو یہ سوال ذہنوں میں کروٹیں لینے لگتا ہے کہ امام یا رہبر کا وجود اسی صورت میں مفید اور قابل استفادہ ہے جب وہ نگاہوں کے سامنے ہو اور اس سے رابطہ برقرار ہوسکتا ہے لیکن اگر امام نظروں سے غائب ہو، اس تك پہونچنا ممکن نہ ہو، ایسی صورت میں وجود امام سے کیا حاصل ...؟

بعض کے لئے ہوسکتا ہے کہ یہ سوال نیا معلوم ہو اور کسی "دانشمند" ذہن کی اُپج معلوم ہو مگر خوش قسمتی یا بد قسمتی سے یہ سوال بہت پرانا ہے۔ یہ سوال حضرت مہدی (عج) کی ولادت سے پہلے کیا جاچکا ہے کیونکہ جب حضرت مہدی (عج) اور ان کی غیبت کے بارے میں رسول خدا (ص) یا ائمہ علیہم السلام بیان فرماتے تھے اس وقت بعض لوگ یہی سوال کرتے تھے۔

احادیث میں اس سوال کا جواب متعدد انداز سے دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایك حدیث قابلِ غور ہے۔ آنحضرت (ص) نے زمانہ غیبت میں حضرت مہدی (عج) کے وجود کا فائدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ای والذی بعثنی بالنبوة انهم ینتفعون بنور ولایته فی غیبته کانتفاع الناس بالشمس وان جللها السحاب"

قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے مجھے نبوت پر مبعوث فرمایا، لوگ ان کے نورِ ولایت سے اس طرح فائدہ اٹھائیں گے جس طرح لوگ سورج سے اس وقت استفادہ کرتے ہیں جب وہ بادلوں کی اوٹ میں ہوتا ہے۔"

اس حدیث کو بہتر طریقے سے سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم پہلے یہ سمجھیں کہ نظام کائنات میں آفتاب کیا کردار ادا کرتا ہے۔

آفتاب دو طرح اپنا نور پھیلاتا ہے ایك بلا واسطہ اور دوسرے بالواسطہ۔ دوسرے لفظوں میں ایك واضح اور دوسرے پوشیدہ۔

جس وقت آفتاب بلا واسطہ اور واضح نور پھیلاتا ہے، اس وقت اس کی شعاعیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ زمین کے گرد ہوا کی دبیز چادر شعاعوں کی حرارت میں کمی کر دیتی ہے اور ان کے زہریلے اثرات کو ختم کرتی ہے۔ لیکن ہوا کی یہ دبیز چادر آفتاب کو بلا واسطہ نور پھیلانے سے نہیں روکتی۔

لیکن بالواسطہ اور بطور مخفی نور افشانی کی صورت میں بادل آفتاب کے چہرے کو چھپا لیتا ہے اس صورت میں روشنی تو ضرور نظر آتی ہے مگر آفتاب دکھائی نہیں دیتا۔

اس کے علاوہ آفتاب کا نور اور اس کی شعاعیں نظام کائنات میں اہم کردار ادا کرتی ہیں یہ نور اور شعاعیں،

زندہ چیزوں کا رشد و نمو،

غذا اور بقائے نسل،

حس و حرکت،

خشك زمینوں کی آبیاری،

دریا کی موجوں کا جوش و خروش،

نسیم سحر کی اٹکھیلیاں،

پژمردگی کو حیات نو عطا کرنے والی بارش،

آبشاروں کے نغمے،

مرغانِ چمن کی خوش الحانیاں،

پھولوں کی نزاکت اور طراوٹ،

انسان کی رگوں میں خون کی گردش اور دل کی دھڑکن،

ذہنِ بشر میں فکر کی جولانیاں،

طفلِ شیر خوار کی طرح کیوں کی مسکراہٹ۔

یہ ساری کرشمہ سازی آفتاب کے نور اور اس کی شعاعوں کی بدولت ہے۔ اگر لمحہ بھر بھی زمین کا رشتہ آفتاب سے منقطع ہوجائے تو پھر نور پر ظلمتوں کا راج ہوجائے اور نظام کائنات درہم برہم ہوجائے۔

ہاں ایك سوال کیا جاسکتا ہے۔ یہ ساری باتیں صرف اس صورت میں ہیں جب آفتاب بلا واسطہ نور پھیلا رہا ہو۔؟

ہر شخص نفی میں جواب دے گا۔ جب آفتاب کا نور بالواسطہ زمین تك پہونچ رہا ہو اس وقت بھی آثار حیات باقی رہتے ہیں۔ بالواسطہ نور افشانی کی صورت میں صرف وہی آثار ختم ہوتے ہیں جن کا تعلق بلا واسطہ نور افشانی سے ہوتا

ھے، بالواسطہ نور افشانی میں وہ جراثیم ضرور پھیل جاتے ھیں جن کے حق میں بلا واسطہ نور افشانی زھر ھلاھل ھے۔ اب تك بادلوں كی اوٹ میں آفتاب كے اثرات كا تذكرہ تھا۔ اب ذرا یہ دیكھیں، كہ غیبت كے زمانے میں دینی رھبروں كے فوائد كیا ھیں اور اس كے اثرات كیا ھیں۔
غیبت كے زمانے میں وجود امام كی نامرئی شعاعیں مختلف اثرات ركھتی ھیں۔

1) اُمّید

میدان جنگ میں جاں نثار بہادر سپاھیوں كی كوشش یہ ھوتی ھے كہ كسی بھی صورت پرچم سرنگوں نہ ھونے پائے جبكہ دشمن كی پوری طاقت پرچم سرنگوں كرنے پر لگی رھتی ھے كیونكہ جب تك پرچم لہراتا رھتا ھے، سپاھیوں كی رگوں میں خون تازہ دوڑتا رھتا ھے۔
اسی طرح مركز میں سردار لشكر كا وجود سردار خاموش ھی كیوں نہ ھو سپاھیوں كو نیا عزم اور حوصلہ عطا كرتا رھتا ھے۔
اگر لشكر میں یہ خبر پھیل جائے كہ سردار قتل ھوگیا تو اچھا خاصا منظم لشكر متفرق ھوجاتا ھے سپاھیوں كے حوصلے منجمد ھوجاتے ھیں۔
قوم شیعہ جس كا یہ عقیدہ ھے كہ اس كے امام زندہ ھیں، اگر چہ بظاھر امام نظر نہیں آتے ھیں، اس كے باوجود یہ قوم خود كو كبھی تنہا محسوس نہیں كرتی۔ اسے اس بات كا یقین كہ اس كا رھبر موجود ھے جو ان كے امور سے واقف ھے ھر روز رھبر كی آمد كا انتظار رھتا ھے یہ انتظار قوم میں تعمیری جذبات كو بیدار ركھتا ھے۔ ماھرین نفسیات اس حقیقت سے خوب واقف ھیں كہ انسان كے حق میں جس قدر "مایوسی" زھر ھلاھل ھے اسی قدر "امید" تریاق، ھے۔
اگر رھبر كا كوئی خارجی وجود نہ ھو بلكہ لوگ اس كے تولد كا انتظار كر رھے ھوں تو صورت حال كافی مختلف ھوجائے گی۔
اگر ایك بات كا اور اضافہ كردیا جائے تو بات كافی اھم ھوجائے گی اور وہ یہ كہ شیعہ روایات میں كافی مقدار میں اس بات كا تذكرہ ملتا ھے كہ غیبت كے زمانے میں امام علیہ السلام اپنے ماننے والوں كی باقاعدہ حفاظت كرتے ھیں۔ ھر ھفتہ اُمّت كے سارے اعمال امام علیہ السلام كی خدمت میں پیش كردیے جاتے ھیں۔ 22
یہ عقیدہ ماننے والوں كو اس بات پر آمادہ كرتا ھے كہ وہ ھمیشہ اپنے اعمال كا خیال ركھیں كہ ان كا ھر عمل امام علیہ السلام كی نظر مبارك سے گزرے گا۔ لہٰذا اعمال ایسے ھوں جو امام علیہ السلام كی بارگاہ اقدس كے لائق ھوں جن سے امام خوش ھوں۔ یہ طرز فكر كس قدر تعمیری ھے اس سے كوئی بھی انكار نہیں كرسكتا۔

2) دین كی حفاظت

حضرت علی علیہ السلام نے ایك مختصر سے جملے میں امام كی ضرورت كو بیان فرمایا ھے اور اس حقیقت كی طرف اشارہ كیا ھے كہ زمین كسی بھی صورت میں الٰہی نمائندے سے خالی نہیں رہ سكتی ھے۔ ارشاد فرماتے ھیں:
اللھمّ بلیٰ لاتخلوا الارض من قائم لله بحجّۃ اما ظاھراً مشھورا او خائفا مغمورا لئلا تبطل حجج الله وبیناتہ
ھاں واللہ زمین كبھی بھی الٰہی دلیل، قائم اور حجت خدا سے خالی نہیں رہ سكتی خواہ یہ حجت ظاھر و آشكارا ھو اور خواہ پوشیدہ و مخفی۔ تاكہ اللہ كی دلیلیں اور اس كی نشانیاں ضائع نہ ھونے پائیں۔
ھر روز ھی شخصی نظریات كو مذھب كا رنگ دیا جارھا ھے خود غرض اور فتنہ پرداز افراد آسمانی تعلیمات كی حسب خواھش توضیح و تفسیر كر رھے ھیں جس كی بنا پر اصلی اسلام میں اتنی خرافات شامل ھوگئی ھیں كہ ایك عام انسان كے لئے صحیح اسلام كی تلاش محال نہیں تو دشوار ضروری ھے۔
وحی كے ذریعہ آسمان سے نازل شدہ آب حیات میں اجنبی نظریات كی آمیزش سے وہ تازگی اور بالیدگی نہ رھی جو صدر اسلام میں تھی۔ ایسی صورت میں ایك ایسے فرد كی موجودگی سخت ضروری ھے جس كے پاس آسمانی اسناد اپنی اصلی صورت میں ھوں۔ اب كسی پر وحی تو نازل ھوگی نہیں۔ كیونكہ آنحضرت (ص) كی وفات كے بعد وحی كا سلسلہ منقطع ھوگیا لہٰذا اس زمانے میں بھی ایك معصوم فرد كا وجود لازمی ھے جو اسلامی تعلیمات كا تحفظ كرسكے، جس كے پاس ھر طرح كی خرافات سے پاك صاف دین موجود ھو۔ اسی حقیقت كی طرف مولائے كائنات نے اشارہ فرمایا ھے كہ "تاكہ اللہ كی دلیلیں اور نشانیاں ضائع نہ ھونے پائیں۔" اور اس طرح حقیقت كے متلاشی افراد حقیقت تك پہونچ سكیں اور ھدایت كے پیاسے سرچشمۂ ھدایت و حیات سے سیراب ھوسكیں۔

3) فداکاروں کی تربیت

بعض افراد کا خیال ھے کہ غیبت کے زمانے میں امام (ع) کا کوئی تعلق عوام سے نہیں ھے جبکہ حقیقت اس کے بالکل بر خلاف ھے۔ اسلامی روایات میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ھے کہ غیبت کے زمانے میں بھی امام علیہ السلام سے ایك ایسے خاص گروہ کا رابطہ ضرور برقرار رھے گا جس کا ھر فرد عشق الٰہی سے سرشار، اخلاص کا پیکر، اعمال و اخلاق کی منھ بولتی تصویر اور دلوں میں عالم کی اصلاح کی تمنا لیے ھوئے ھے اسی طریقے سے ان لوگوں کی رفتہ رفتہ تربیت ھورھی ھے، انقلابی امنگیں ان کی روح میں جذب ھوتی جارھی ھیں۔

یہ لوگ اپنے علم و عمل اور تقویٰ و پرھیزگاری سے اتنی بلندی پر ھیں جہاں ان کے اور آفتابِ ھدایت کے درمیان کوئی حجاب نہیں ھے حقیقت بھی یہی ھے اگر آفتاب بادلوں کی اوٹ میں چلا جائے تو اس کی زیارت کے لئے آفتاب کو نیچے کھینچا جاسکتا بلکہ خود بادلوں کو چیر کر اوپر نکلنا ھوگا تب آفتاب کا رخ دیکھ سکیں گے۔ گذشتہ صفحات میں ھم یہ حدیث نقل کرچکے ھیں کہ پیغمبر اسلام (ص) نے غیبت کی مثال بادلوں میں چھپے ھوئے آفتاب سے دی ھے۔

4) نامرئی تاثیر

ھم سب جانتے ھیں کہ سورج کی شعاعیں دو طرح کی ھیں، ایك وہ شعاعیں جو دکھائی دیتی ھیں اور دوسرے وہ جو دکھائی نہیں دیتی ھیں۔ اسی طرح آسمانی رھبر اور الٰہی نمائندے دو طرح عوام کی تربیت کرتے ھیں ایك اپنے قول اور عمل کے ذریعے اور دوسرے اپنے روحانی اثرات کے ذریعے۔ اصطلاحی طور پر پہلے طریقے کو "تربیت تشعریعی" اور دوسرے طرز کو "تربیت تکوینی" کہا جاسکتا ھے۔ دوسری صورت میں الفاظ و حروف نہیں ھوتے بلکہ جاذبیت اور کشش ھوتی ھے۔ ایك نگاہ اثر انداز سے روح و جسم میں انقلاب برپا ھوجاتا ھے۔ اس طرح کی تربیت کی بے شمار مثالیں اسلامی تاریخ کے صفحات پر جابجا نظر آتی ھیں۔ شاھد کے طور پر جناب زھرقین، جناب حر، جناب ابو بصیر کے پڑوسی (حکومت بنی امیہ کا سابق کارندہ)، قیدخانہ بغداد میں ھارون کی فرستادہ مغنیّہ ...

5) مقصد تخلیق

کوئی بھی عقلمند بے مقصد قدم نہیں اٹھاتا ھے۔ ھر وہ سفر جو علم و عقل کی روشنی میں طے کیا جائے اس کا ایك مقصد ضرور ھوگا۔ فرق صرف یہ ھے کہ جب انسان کوئی با مقصد کام انجام دیتا ھے تو اس کا مقصد اپنی ضروریات پورا کرنا ھوتا ھے لیکن جب خدا کوئی کام انجام دیتا ھے تو اس میں بندوں کا فائدہ پوشیدہ ھوتا ھے کیونکر خدا ھر چیز سے بے نیاز ھے۔

اب ذرا اس مثال پر توجہ فرمائیے:

ایك زرخیز زمین میں ایك باغ لگایا جاتا ھے جس میں طرح طرح کے پھل دار درخت اور رنگ برنگ کے خوشنما اور خوشبودار پھول ھیں، ان درختوں کے درمیان کچھ بیکار قسم کی گھاس بھی اُگی ھوئی ھے۔ لیکن اس باغ کی آبیاری کی جائے گی تو گھاس کو بھی فائدہ پھونچے گا۔

ہاں دو مقصد سامنے آتے ھیں:

اصلی مقصد: پھل دار درختوں کی اور پھولوں کی آبیاری،

ثانوی مقصد: گھاس کی آبیاری،

بغیر کسی شك و تردید کے یہ بات کہی جاسکتی ھے کہ آبیاری کا سبب اصلی مقصد ھے ثانوی مقصد نہیں۔

اگر اس باغ میں صرف ایك پھل دار درخت باقی رہ جائے جس سے تمام مقاصد پورے ھورھے ھوں، تب بھی آبیاری ھوتی رھے گی اور اس بنا پر کوئی عقل مند آبیاری سے دستبردار نہیں ھوگا کہ ایك درخت کی خاطر کتنی بیکار چیزیں سیراب ھورھی ھیں۔ البتہ اگر باغ میں ایك درخت بھی نہ رہ جائے تو اس صورت میں آبیاری ایك بے مقصد کام ھوگا۔

یہ وسیع و عریض کائنات بھی ایك سر سبز و شاداب باغ کی مانند ھے۔ انسان اس باغ کے درخت ھیں۔ وہ لوگ جو راہ راست پر گامزن ھیں اور روحانی و اخلاقی ارتقاء کی منزلیں طے کر رھے ھیں، وہ اس باغ کے پھل دار درخت ھیں اور خوشبو دار پھول ھیں۔ لیکن وہ افراد جو راہ راست سے منحرف ھوگئے اور جنھوں نے گناہ کی راہ اختیار کی، ارتقاء کے بجائے پستیوں میں گرتے چلے گئے، یہ لوگ اس باغ کی گھاس وغیرہ کہے جاسکتے ھیں۔

یہ چمکتا ھوا آفتاب، یہ نسیم جانفزا، یہ آسمان و زمین کی بے پناہ برکتیں، گناھگاروں اور ایك دوسرے سے دست و گریباں افراد کے لیے پیدا نہیں کی گئی ھیں، بلکہ یہ ساری کائنات اور اس کی تمام نعمتیں خدا کے نیکو کار بندوں کے لئے پیدا کی گئی ھیں اور وہ دن ضرور آئے گا جب یہ کائنات ظالموں کے ھاتھ سے نکل کر صالحین کے اختیار میں ھوگی۔
ان الارض یرثھا عبادی الصالحون
قیناً میرے صالح بندے اس زمین کے وارث ھوں گے۔"
یہ صحیح ھے کہ دنیا میں ھر طرف گناھگاروں اور خدا ناشناس افراد کی اکثریت ھے لیکن کائنات کا حسنِ نظام بتا رھا ھے کہ کوئی ایسی فرد ضرور موجود ھے جس کی خاطر یہ دنیا سجی ھوئی ھے۔ حدیث میں اس بات کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ھے:
بیمنہ رزق الوریٰ و بوجودہ ثبتت الارض والسماء
ان کی (حجت خدا کی) برکت سے لوگوں کو رزق ملتا ھے اور ان کے وجود کی بنا پر زمین و آسمان قائم ھیں۔"
اسی بات کو خداوند عالم نے حدیث قدسی میں پیغمبر اسلام (ص) کو مخاطب کرکے بیان فرمایا ھے:
لولاك لما خلقت الافلاك
اگر آپ نہ ھوتے تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔"
زمانۂ غیبت میں وجود امام علیہ السلام کا ایك فائدہ اس کائنات ھستی کی بقاء بھی ھے۔
وہ لوگ جو حقائق سے بہت دور ھیں وہ زمانۂ غیبت میں وجود امام (ع) کے لئے صرف شخصی فائدے کے قائل ھیں اور اس عقیدے کے سلسلے میں شیعوں پر طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے ھیں جبکہ وہ اس بات سے بالکل غافل ھیں کہ خود ان کا وجود امام علیہ السلام کے وجود کی بنا پر ھے۔ یہ کائنات اس لئے قائم ھے کہ امامِ قائم (عج) پردۂ غیبت میں موجود ھیں اگر امام نہ ھوتے تو نہ یہ دنیا ھوتی اور نہ اس دنیا کے بسنے والے

----

13. بحار الانوار جلد52 ص256 تا 260
14. دجال۔ دجل (بروزن درد. سے ھے جس کے معنی ھیں دروغ گوئی اور دھوکہ بازی۔
15. صحیح ترمذی۔ باب ماجاء فی الدجال ص42
16.رسالہ دوم یوحنا۔ باب 1 جملہ 6۔ 7
17. بحار الانوار ج52 ص209
18. بحار الانوار ج52 ص192 صعصعہ بن صفوان کی حدیث سے اقتباس۔
19. بحار الانوار ج52 ص182 تا 209
20. بحار الانوار ج52 ص182
21. بحار الانوار ج52 ص190
22. یہ روایت تفسیر "برھان" میں اس آیہ کریمہ کے ذیل میں نقل ھوئی ھے: وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون (سورۂ توبہ آیۃ 105.

فتح کا انداز

جب حضرت مھدی سلام اللہ علیہ ظھور فرمائیں گے تو حضرت کی فتح کا انداز کیا ھوگا؟ اور کس طرح سے حضرت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ساری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔؟ کیا حضرت تلوار کے ذریعہ جنگ کریں گے اور جدید اسلحوں پر کامیابی حاصل کریں گے۔؟
ان باتوں کے دو جواب دیے جاسکتے ھیں، ایك عقل کی روشنی میں اور دوسرا حدیث کی روشنی میں۔

عقل
یہ ایك حقیقت ھے کہ گذرے زمانے کی طرف باز گشت ناممکن اور غیر منطقی ھے ظھور کے بعد ھرگز یہ نہ ھوگا کہ "عصر نور" "عصر ظلمت" کی طرف پلٹ جائے۔
جدید صنعت اور ترقی یافتہ ٹکنا لوجی نے جہاں انسان کی بہت سی مشکلات کو حل کیا ھے وھاں یہ چیزیں عادلانہ حکومت کے قیام کے بارے میں بھی معاون ثابت ھوں گی۔ کیونہ ساری کائنات پر حکمرانی، اور گوشہ گوشہ میں عدل و انصاف کا قیام بغیر ترقی یافتہ ٹکنا لوجی کے ناممکن ھے بلکہ حضرت کے طرز حکومت کو پیش نظر رکھتے ھوئے موجودہ طرقی یافتہ صنعت و ٹکنالوجی اس دور میں ناکافی ھوگی۔
جنگ کے میدان میں بھی ایسے اسلحوں کا استعمال ھوگا جن کا تصور اس دور میں
ھمارے لئے آسان نہیں ھے۔ طرز جنگ کے سلسلے میں عقل کی بنیاد پر کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی۔ یہ اسلحے مادی ھوں گے یا نفسیاتی ... البتہ اتنا ضرور معلوم ھے کہ وہ اسلحہ ایسے ھوں گے۔ جو نیکو کار اور گناھگار میں فرق کو ضرور قائم رکھیں گے۔

حدیث
احادیث میں ایسی پر معنی تعبیریں ملتی ھیں جن سے گزشتہ باتوں کے جواب واضح ھوجاتے ھیں۔ ذیل کی سطروں میں صرف چند حدیثیں قارئین کی نظر کر رھے ھیں۔
1) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:
ان قائمنا اذا قام اشرقت الارض بنور ربھا واستغنی العباد من ضوء الشمس 23
"جس وقت ھمارے قائم قیام فرمائیں گے اس وقت زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ھوجائے گی اور بندگان خدا سورج کی روشنی سے بے نیاز ھوجائیں گے۔"
اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ھے کہ اس وقت روشنی اور انرجی کا مسئلہ اس قدر آسان ھوجائے گا کہ دن و رات سورج کے بجائے ایك دوسرے نور سے استفادہ کیا جاسکے گا۔ ھوسکتا ھے کہ بعض لوگ اس چیز کو معجزے کی شکل دیں۔ لیکن در حقیقت یہ اعجاز نہ ھوگا بلکہ یہ ٹکنا لوجی اور صنعت کے ترقی یافتہ دور کی طرف اشارہ کیا گیا ھے۔
اتنے زیادہ ترقی یافتہ دور کے مقابلے میں آج کے جدید ترین اسلحوں کی کیا حقیقت ھوگی۔
2) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب ابو بصیر سے ارشاد فرمایا کہ:
انہ اذا تناھت الامور الی صاحب ھذا الامر رفع اللہ تبارك وتعالیٰ لہ کل منخفض من الارض خفض لہ کل مرتفع حتی تکون الدنیا عندہ بمنزلۃ راحتہ فایکم لو کانت فی راحتہ شعرۃ لم یبصرھا۔ 24
"جس وقت سلسلہ امور صاحب الامر تك پہونچے گا اس وقت خداوند عالم زمین کی ھر پستی کو ان کے لئے بند کردے گا اور ھر بلندی کو ان کے لئے پست کردے گا۔ یہاں تك کہ ساری دنیا ان کے نزدیك ھاتھ کی ہتھیلی کے مانند ھوجائے گی۔ تم میں سے کون ھے جس کی ہتھیلی میں بال ھو، اور وہ اس کو نہ دیکھ رھا ھو۔"!؟
آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بلندیوں پر جدید ترین آلات نصب کرکے دنیا کے مختلف گوشوں میں آوازیں اور تصویریں بھیجی جارھی ھیں اور اس سلسلے میں مصنوعی سیاروں سے بھی استفادہ کیا جارھا ھے۔ لیکن اس کی دوسری صورت آج کی دنیا میں ابھی تك عملی نہیں ھوسکی ھے یعنی مختلف جگہوں سے ایك مرکز پر خبروں اور تصویروں کا انعکاس۔ مگر یہ کہ دنیا کے گوشے گوشے میں نشر کرنے والے اسٹیشن قائم کیے جائیں۔
اس حدیث سے ھمیں یہ پتہ چلتا ھے کہ ظھور کے بعد یہ مشکل بھی آسان ھوجائے گی اس وقت دنیا ہاتھ کی ہتھیلی کی مانند ھوجائے گی۔ دنیا کے دور ترین مقامات پر رونما ھونے والے واقعات پر حضرت کی بھرپور نظر ھوگی۔ اس وقت نزدیك و دور کا امتیاز ختم ھوجائے گا۔ دور و نزدیك ھر ایك پر حضرت کی یکساں نگاہ ھوگی۔ ظاھر ھے جی عادلانہ عالمی حکومت کے لیے وسیع ترین اطلاعات کی سخت ضرورت ھے۔ جب تك دنیا کے ھر واقعہ پر بھرپور نظر نہ ھوگی اس وقت تك عدل کا قیام اور ظلم کی فنا کیونکر ممکن ھوگی۔
3) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

ذخر لصاحبکم الصعب!
قلت: وما الصعب؟
قال: ما کان من سحاب فیہ رعد و صاعقۃ او برق فصاحبکم یرکبہ اما انہ سیرکب السحاب وبرقی فی الاسباب، اسباب السمٰوات والارضین! 25
تمھارے امام کے لئے سرکش وسیلہ کو ذخیرہ کیا گیا ھے۔
راوی کا بیان ھے کہ میں نے دریافت کیا کہ مولا وہ سرکش وسیلہ کیا ھے؟ فرمایا: وہ بادل ھے جس میں گرج چمك یا بجلی پوشیدہ ھے وہ اس بادل پر سوار ھوگا۔ آگاہ ھوجاؤ کہ عنقریب بادلوں پر سوار ھوگا، بلندیوں پر پرواز کرے گا، ساتوں آسمانوں اور زمینوں کا سفر کرے گا۔"
بادل سے یہ عام بادل مراد نہیں ھے۔ یہ تو بخارات کا مجموعہ ھیں۔ یہ اس لائق نہیں ھیں کہ ان کے ذریعہ سفر کیا جاسکے، زمین سے بادلوں کا فاصلہ کوئی زیادہ نہیں ھے بلکہ بادل سے ایك ایسے وسیلہ سفر کی طرف اشارہ ھے جس کی رفتار بے پناہ ھے۔ جس کی آواز گرج، چمك اور بجلی جیسی ھے وہ سفر کے دوران آسمانوں کو چیرتا ھوا نکل جائے گا۔
آج کی دنیا میں ھمارے سامنے کوئی ایسا وسیلہ اور ذریعۂ سفر نہیں ھے جسے مثال کے طور پر پیش کیا جاسکے۔ البتہ صرف "اڑن طشتری" کے ذریعہ اس وسیلہ سفر کا ایك ھلکا سا تصور ذھنوں میں ضرور آسکتا ھے۔
ان حدیثوں سے یہ حقیقت بالکل واضح ھوجاتی ھے کہ حضرت مھدی سلام اللہ علیہ کے ظھور کے بعد صنعت، ٹکنالوجی کس بام عروج پر ھوں گی۔ ان حدیثوں سے یہ بات واضح ھوگئی کہ ظھور کے بعد ترقی ھوگی تنزلی نہیں۔ حضرت جدید ٹکنالوجی کے ذریعہ دنیا میں عدل و انصاف کی حکومت قائم کریں گے۔ لیکن ایك بات جو ذھنوں میں بار بار کھٹکتی ھے وہ یہ ھے کہ کیا حضرت تلوار کے ذریعہ جنگ کریں گے۔؟
اس بات کا جواب یہ ھے کہ روایات میں "سیف" کا لفظ استعمال کیا گیا ھے۔
سیف" یا شمشیر یہ الفاظ جب استعمال کیے جاتے ھیں تو ان سے قدرت و طاقت مراد لی جاتی ھے جس طرح "قلم" سے ثقافت کو تعبیر کیا جاتا ھے۔
روایات میں لفظ "سیف" سے عسکری طاقت مراد ھے
یہ بات بھی واضح ھوجائے ك ھرگز یہ خیال بھی ذھنوں میں نہ آئے کہ حضرت ظھور کے بعد یکبارگی تلوار اٹھالیں گے اور ایك طرف سے لوگوں کے سرقلم کرنا شروع کردیں گے۔
سب سے پہلے دلائل کے ذریعہ حقائق بیان فرمائیں گے۔ افکار کی رھنمائی فرمائیں گے، عقل کو دعوت نظر دیں گے، مذھب کی اصطلاح میں سب سے پہلے "اتمام حجّت" کریں گے۔ جب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہ ھوگا اس وقت تلوار اٹھائیں گے۔

پھر تو اك برق تپاں جانبِ اشرار چلی
نہ چلی بات تو پھر دھوم سے تلوار چلی

اسلام کو اپنی حقانیت پر اس قدر اعتماد ھے کہ اگر اسلامی تعلیمات واضح طور سے بیان کردی جائیں تو ھر منصف مزاج فوراً تسلیم کرلے گا ھاں صرف ھٹ دھرم اور تعصّب کے اندھے قبول نہ کریں گے اور ان کا تو بس ایك علاج ھے اور وہ ھے تلوار یعنی طاقت کا مظاھرہ۔

طرز حکومت
حضرت مھدی سلام اللہ علیہ کے عالمی انقلاب کے لئے تین مراحل ضروری ھیں:
پہلا مرحلہ:
انتظار۔ آمادگی۔ علامتیں
دوسرا مرحلہ:
انقلاب۔ ظلم و ستم سے پیکار۔
تیسرا مرحلہ:
عدل و انصاف کی حکومت کا قیام۔
پہلے اور دوسرے مرحلے کے سلسلے میں گذشتہ صفحات میں بحث کی جاچکی ھے۔ اب ھم تیسرے مرحلے بارے میں بعض اھم باتیں قارئین کی نذر کررھے ھیں۔
ایك ایسی دنیا کا تصور انسان کے لئے کتنا زیادہ وجد آفریں، اطمینان بخش اور غرور آمیز ھے جہاں طبقاتی اختلافات نہ

هوں، فتنہ و فساد نہ ہو جنگ و خونریزی نہ ہو، فقر و تنگ دستی نہ ہو، غریب کے لاشے پر سامراجیوں کے مستانہ قہقہے نہ ہوں قہقہوں کے گرد ناداروں کی سسکتی آهیں نہ ہوں، نہ دریا دریا فقر ہو اور نہ کشتی کشتی ثروت ......"

ایسی دنیا کا تصور ایك افسانہ ضرور معلوم ہوتا ہے مگر دینِ اسلام نے اس کو یقینی بتایا ہے اور اس کے خطوط بھی ترسیم کیے ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے عالمی حکومت کے چند اہم خطوط ملاحظہ ہوں:

1) علوم کی برق رفتار ترقی

کوئی بھی انقلاب فکری اور ثقافتی انقلاب کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ ہر انقلاب کی بقاء کے لئے فکری اور ثقافتی انقلاب ضروری ہے۔ فکری انقلاب کے دو پہلو ہوں، ایك طرف فکری انقلاب انسانوں کو ان علوم کے سیکھنے پر آمادہ کرے جن کی سماج کو ضرورت ہے اور دوسری طرف صحیح انسانی زندگی کے اصول سے واقف کرائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایك روایت میں ارشاد فرمایا کہ:

العلم سبعۃ و عشرون حرفاً فجمیع ما جائت بہ الرسل حرفان فلم یعرف الناس حتی الیوم غیر الحرفین فاذا قام قائمنا اخرج الخمسۃ والعشرین حرفاً، فبثها فی الناس و ضم الیها الحرفین حتی یبثها سبعۃ و عشرین حرفاً 26

"علم و دانش کے ستّائیس (27) حروف ہیں (27 شعبے اور حصے ہیں) وہ تمام باتیں جو انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے لئے لائے وہ دو حرف ہیں۔ اور آج تك تمام لوگ دو حرفوں سے زیادہ نہیں جانتے ہیں لیکن جس وقت ہمارے قائم کا ظہور ہوگا وہ بقیہ 25 حرف (25 شعبے اور حصے) بھی ظاہر فرمادیں گے اور ان کو عوام کے درمیان پھیلادیں گے اور 25 حرفوں میں پہلے کے دو حرف بھی شامل کرلیں گے اس وقت 27 حرف مکمل طور سے پھیلائے جائیں گے۔"

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت کے ظہور کے بعد علم کس برق رفتاری سے ترقی کرے گا۔ اس زمانے کی علمی ترقی آج تك کی تمام ترقیوں کے مقابلے
میں بارہ گُنا سے زیادہ ہوگی۔ اس وقت علوم و فنون کے تمام دروازے کُھل جائیں گے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایك روایت نقل ہوئی ہے جس سے گذشتہ حدیث کی تکمیل ہوتی ہے وہ حدیث یہ ہے:

اذا قام قائمنا وضع اللہ یدہ علی رؤوس العباد فجمع بها عقولهم وکملت بها احلامهم27

"جس وقت ہمارے قائم کا ظہور ہوگا خداوند عالم بندوں کے سروں پر ہاتھ رکھے گا جس سے ان کی عقلیں کامل اور ان کے افکار کی تکمیل ہوگی۔"

حضرت مہدی سلام اللہ علیہ کی رہبری میں اور آپ کے وجود کی برکت سے لوگوں کی عقلیں کامل ہوجائیں گی۔ افکار میں وسعت پیدا ہوجائے گی۔ تنگ نظری اور کوتاہ فکری کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اور اس طرح وہ چیزیں بھی فنا ہوجائیں گی جو تنگ نظری اور کوتاہ فکری کی پیداوار تھیں۔

اس وقت کے لوگ وسیع نظر، بلند افکار، کشادہ دلی، اور خندہ پیشانی کے مالك ہوں گے جو سماج کی مشکلات اپنی پاکیزہ روح اور طاہر افکار سے حل کردیں گے۔

2) صنعت کی بے مثال ترقی

"فتح کا انداز" کے عنوان کے تحت پہلی، دوسری اور تیسری حدیث جو نقل کی ہے اس میں صنعت اور ٹکنالوجی کی غیر معمولی ترقی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مواصلات کا نظام اتنا زیادہ ترقی یافتہ ہوجائے گا کہ وسیع و عریض کائنات ہاتھ کی ہتھیلی کی مانند ہوجائے گی، ساری دنیا پر مرکز کی پوری پوری نظر ہوگی تاکہ رونما ہونے والے واقعات کا فوری حل تلاش کیا جاسکے۔

روشنی اور انرجی کا مسئلہ اس حد تك حل ہوجائے گا کہ لوگ سورج کی روشنی کے محتاج نہ رہیں گے۔

اس وقت سفر کے ایسے ذرائع ایجاد ہوں گے جن کی تیز رفتاری کا آج ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ ایسے ذرائع ہوں گے جس سے زمین کیا آسمان کی وسعتوں میں بھی سفر کیا جائے گا۔

صنعت و ٹکنالوجی کی برق رفتاری کے سلسلے میں ذیل کی حدیث خاص توجہ کی طالب ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:

ان قائمنا اذا قام مدّ اللہ بشیعتنا فی اسماعهم و ابصارهم حتیٰ لایکون بینهم و بین القائم برید یکلمهم فیسمعون وینظرون الیہ وهو

فی مکانہ 28
"بے شك جس وقت ھمارے قائم کا ظھور ھوگا، خداوند عالم ھمارے شیعوں کی سماعت اور بصارت کو اتنا تیز کردے گا کہ ان کے اور قائم کے درمیان کوئی نامہ برنہ ھوگا، وہ شیعوں سے گفتگو کریں گے اور یہ لوگ سنیں گے "اور قائم کی زیارت کریں گے جبکہ وہ اپنی جگہ پر ھوں گے۔"
اس وقت مواصلات کا نظام اتنا زیادہ ترقی یافتہ ھوجائے گا کہ ھر ایك شخص اس سے استفادہ کرسکے گا، لوگ اپنی اپنی جگہوں سے حضرت کی زیارت کریں گے اور حضرت کی آواز سنیں گے۔ اس وقت ڈاك و تار کا نظام غیر ضروری چیزوں میں شمار ھونے لگے گا۔ پیغام رسانی کے لئے ھر ایك کے پاس اپنا ذریعہ ھوگا۔!!
اس سلسلہ کی ایك دوسری حدیث بھی ملاحظہ ھو۔ یہ حدیث بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ھوئی ھے:
ان المومن فی زمان قائم وھو بالمشرق سیری اخاہ الذی فی المغرب، وکذا الذی فی المغرب یریٰ اخاہ الذی بالمشرق۔
قائم کے زمانے میں مومنین کا حال یہ ھوگا کہ مشرق کے رھنے والے مغرب کے مومنین کو دیکھیں گے اور مغرب کے رھنے والے مشرق کے مومنین کو دیکھیں گے۔"
صرف حکومت کے اور عوام کے درمیان ھی براہ راست رابطہ نہ ھوگا بلکہ عوام کا بھی ایك دوسرے سے براہ راست رابطہ ھوگا۔
اور اس طرح علم و صنعت عدل و انصاف کی بنیاد پر سماج کی تشکیل نوکریں گے سماج میں ھر طرف صدق و صفا، اخوت و برادری کا چرچا ھوگا۔

3) اقتصادی ترقیاں اور عدالتِ اجتماعی

جس زمین پر ھم زندگی بسر کر رھے ھیں اس میں اتنی صلاحیت ھے کہ وہ موجودہ نسل اور آنے والی نسل کی کفالت کرسکے، لیکن بہت سے منابع کا ھمیں علم نہیں ھے اور تقسیم کا نظام بھی صحیح نہیں ھے۔ یہی وجہ ھے کہ آج غذا کی قلت کا احساس ھورھا ھے اور ھر روز لوگ بھوك سے جان دے رھے ھیں۔ اس وقت دنیا پر جس اقتصادی نظام کی حکومت ھے وہ ایك استعماری نظام ھے جو اپنے زیر سایہ "قانونِ جنگل" کی پرورش کر رھا ھے۔ وہ لوگ جو زمین میں پوشیدہ ذخیروں کا پتہ لگاتے، انسانیت کی فلاح و بہبود کی کوشش کرتے ھیں وہ استعمار کی بارگاہ ظلم و استبداد میں "امن و امان" کی خاطر بھینٹ چڑھا دیے جاتے ھیں۔
لیکن جس وقت اس دنیا سے استعماری نظام کا خاتمہ ھوجائے گا اور اسی کے ساتھ ساتھ "قانون جنگل" بھی نابود ھوجائے گا، اس وقت زمین میں پوشیدہ خزانوں سے بھی استفادہ کیا جاسکے گا، اور نئے ذخیروں کی تلاش ھوسکے گی۔ علم و دانش بھی اقتصادیات کی بہتری میں سرگرم رھیں گے۔
حضرت مھدی سلام اللہ علیہ کے سلسلے میں جو روایات وارد ھوئی ھیں ان میں اقتصادیات کی بہتری کی طرف بھی اشارہ ملتا ھے۔ ذیل کی سطروں میں اس سلسلے کی چند حدیثیں ملاحظہ ھوں:
انہ یبلغ سلطانہ المشرق والمغرب، وتظھرلہ الکنوز ولا یبقیٰ فی الارض خراب الا یعمّرہ
آپ کی حکومت مشرق و مغرب کو احاطہ کیے ھوگی، زمین کے خزانے آپ کے لئے ظاھر ھوجائیں گے۔ زمین کا کوئی حصہ غیر آباد نہیں رھے گا"۔
غیر آباد زمینیں افراد، مال یا ذرائع کی کمی کی بنا پر نہیں ھیں بلکہ یہ زمینیں انسان کی ویران کردہ ھیں۔ ظھور کے بعد انسان تعمیر کرے گا تخریب نہیں۔
اس سلسلے کی ایك دوسری حدیث ملاحظہ ھو۔ یہ حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ھوئی ھے۔
اذا قام القائم، حکم بالعدل
وارتفع الجور فی ایامہ
وامنت بہ السبل
واخرجت الارض برکاتھا
ورد کل حق الی اھلہ
وحکم بین الناس بحکم داؤد و حکم محمد
فحینئذ تظھر الارض کنوزھا
ولا یجد الرجل منکم یومئذ موضعا لصدقتہ ولا لبرہ
لشمول الغنی جمیع المومنین

جس وقت ھمارے قائم کا ظھور ھوگا، عدل و انصاف کی بنیاد پر حکومت قائم کریں گے ان کے زمانے میں ظلم و جور نابود ھوجائیں گے۔
راستوں پر امن و امان ھوگا،
زمین اپنی برکتیں ظاھر کردے گی،
صاحبان حقوق کو ان کے حق مل جائیں گے۔
عوام کے درمیان جناب داؤد (ع) اور حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح فیصلہ کریں گے۔
اس موقع پر زمین اپنے خزانے ظاھر کردے گی۔
کسی کو صدقہ دینے یا مالی امداد کا کوئی موقع نہ ملے گا کیونکہ اس وقت تمام لوگ مستغنی ھوچکے ھوں گے۔"
زمین کا اپنی برکتوں کو اور خزانوں کو ظاھر کردینا بتا رھا ھے کہ اس وقت زراعت بھی عروج پر ھوگی، اور زمین میں پوشیدہ تمام منابع کا انکشاف ھوگا۔ عوام کی سالانہ آمدنی اتنی ھوگی کہ سماج میں کوئی فقیر نہ ھوگا، سب کے سب خود کفیل ھوچکے ھوں گے۔
جس وقت عدل و انصاف کی بنیاد پر حکومت قائم ھوگی اور ھر شخص کی استعداد سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا جس وقت تمام انسانی طاقتیں زراعت اور منابع کے انکشاف میں لگ جائیں گی تو روزانہ نئے خزانے کا انکشاف ھوگا اور ھر روز زراعت میں ترقی ھوگی۔ غذائی اشیاء کی قلتیں، بھوك، پریشانی وغیرہ کی وجہ غیر منصفانہ طرز تقسیم ھے۔ یہ تقسیم کا نقص ھے کہ کہیں سرمایہ کی بہتات ھے اور کہیں دو لقمہ کو کوئی ترس رھا ھے۔
حضرت مھدی سلام اللہ علیہ کے دوران حکومت صرف زراعت میں ترقی اور زمین میں پوشیدہ خزانوں ھی کا انکشاف نہ ھوگا بلکہ اس دور میں شھر اس وقت سے زیادہ آباد ھوں گے، چوڑی چوڑی سڑکیں ھوں گی۔ عین سادگی کے ساتھ وسیع مسجدیں ھوں گی۔ گھروں کی تعمیر اس طرح ھوگی کہ کسی دوسرے کو اس سے کوئی تکلیف نہیں پھونچے گی۔ اس سلسلے میں چند روایتیں ملاحظہ ھوں:۔
1) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ھے:
و یبنیٰ فی ظھر الکوفہ مسجدا لہ الف باب و یتصل بیوت الکوفہ بنھر کربلا وبالحیرۃ 29
"کوفہ کی پشت پر ایك ایسی مسجد تعمیر کریں گے جس کے ھزار دروازے ھوں گے اور کوفہ کے مکانات کربلا کی نہر اور حیرہ سے مل جائیں گے"۔
سب جانتے ھیں کہ اس وقت کوفہ سے کربلا کا فاصلہ 90 کلومیٹر ھے۔
2) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ھے کہ:
اذا قام القائم یکون المساجد کلھا جمالا شرف فیھا کما کان علی عھد رسول اللہ (ص) و یوسع الطریق الاعظم فیصیر ستین ذراعھا ویھدم کل مسجد علی الطریق ویسد کل کوۃ الی الطریق وکل جناح و کنیف ومیزاب الی الطریق 30
"جس وقت حضرت قائم کا ظھور ھوگا اس وقت مسجدوں کی چھوٹی چھوٹی دیواریں ھوں گی، مینار نہیں ھوں گے، اس وقت مسجدوں کی وھی شکل ھوگی جو رسول اللہ کے زمانے میں تھی۔ شاھراھیں وسیع کی جائیں گی یہاں تك کہ ان کی چوڑائی ساٹھ گز ھوجائے گی۔ وہ تمام مسجدیں منھدم کردی جائیں گی جو راستوں پر ھوں گی (جس سے آنے جانے والوں کو زحمت ھوتی ھوگی)
وہ کھڑکیاں اور جنگلے بھی بند کردیے جائیں گے جو راستوں کی طرف کھلتے ھوں گے۔
وہ چھجے، پر نالے اور گھروں کا گندہ پانی جس سے راستہ چلنے والوں کو تکلیف ھوگی وہ ختم کردیے جائیں گے۔
3) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایك طولانی حدیث میں وارد ھوا ھے کہ:
... ولیصیرن الکوفہ اربعۃ وخمسین میلا ولیجارون قصورھا کربلا ولیصیرن اللہ کربلا معقلا ومقاما ......" 31
"وہ کوفہ کی مسافت 54 میل کردیں گے، کوفہ کے مکانات کربلا تك پھونچ جائیں گے، اور خدا کربلا کو سرگرمیوں کا مرکز قرار دے گا۔"
زراعت، تعمیرات، آبادکاری وغیرہ کے سلسلے میں کافی مقدار میں روایتیں وارد ھوئی ھیں۔ مزید روایتوں کے لئے "منتخب الاثر" کا مطالعہ کیا جاسکتا ھے۔

4) عدلیہ

ظلم و جور، ستم و استبداد نا انصافی و نا برابری کا قلع قمع کرنے کے لئے جہاں ایمان و اخلاق کی سخت ضرورت ھے

وھاں صحیح نظام کے لئے طاقت ور عدلیہ کی بھی ضرورت ھے۔
صنعت اور ٹکنالوجی کی ترقی کی بنا پر یہ ممکن ھوجائے گا کہ انسانوں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھی جاسکے۔ ان اقدامات پر پابندی عائد کی جاسکے جو فساد کی خاطر کئے جاتے ھیں۔ مجرموں کی آوازیں ٹیپ کرنا، ان کے خفیہ اعمال کی تصویر لینا ... ان چیزوں سے مجرموں پر گرفت مضبوط ھوجائے گی۔ مجرموں کی نگرانی کامیاب حکومت کے لئے بہت ضروری ھے۔
اس میں کوئی شك نہیں کہ حضرت کے زمانے میں اخلاقی تعلیمات اتنی عام ھوجائیں گی کہ عوام کی اکثریت سعادتمند معاشرے کی تشکیل کے لئے آمادہ ھوجائے گی۔ عوام کو اخلاقی تربیت سے سماج کے کافی مسائل حل ھوجائیں گے۔
لیکن انسان آزاد پیدا کیا گیا ھے۔ اپنے اعمال میں اسے پورا اختیار حاصل ھے۔ اس لئے اس بات کا امکان ضرور ھے کہ ایك صحت مند سماج میں ایسے افراد پائے جائیں جو خواہ مخواہ فساد پھیلانا چاھتے ھوں۔
اس بنا پر سماج کی مکمل اصلاح کے لئے وسیع الاختیار عدلیہ کی ضرورت ھے تاکہ مجرموں کو ان کے جرم کا بدلہ دیا جاسکے۔

جرائم کے علل و اسباب پر غور کرنے سے معلوم ھوتا ھے کہ بہت سے جرائم کو ان طریقوں سے روکا جاسکتا ھے:

1) عادلانہ تقسیم

ضروریات زندگی کی عادلانہ تقسیم سے کافی جرائم ختم ھوجاتے ھیں۔ عادلانہ تقسیم سے طبقاتی کش مکش ختم ھوجاتی ھے۔ ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، گراں فروشی، اور سرمایہ داروں کی ناروا سختیاں نیز سرمایہ دارون کی باھمی چپقلیش ... سب کافی حد تك ختم ھوجائیں گی۔

2) صحیح تربیت

صحیح تربیت بھی مفاسد اور جرائم کی روك تھام میں کافی موثر ھے۔ اس وقت دنیا میں فساد کی گرم بازاری، جرائم کی فراوانی اس وجہ سے ھے کہ تعلیم کے لئے تو ضرور نئے نئے طریقے اختیار کئے جارھے ھیں لیکن تربیت کا کوئی معقول انتظام نہیں ھے۔ تعلیم کو صحیح راستے پر لگانے کے بجائے تعلیم سے فساد کی شاھراہ تعمیر کی جارھی ھے غیر اخلاقی فلمیں، ڈرامے، کتابیں، اخبار، رسالے سب انسان کے اخلاقیات پر حملہ آور ھیں۔
لیکن جب تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی جدید ترین معقول انتظام ھوگا، عالمی حکومت انسانوں کی تربیت پر بھرپور توجہ دے گی۔ وہ مفاسد اور جرائم خود بخود ختم ھوجائیں گے جن کا سرچشمہ عدم تربیت یا ناقص تربیت ھے۔

3) طاقت ور عدلیہ

ایك ایسی عدلیہ کا وجود جس سے نہ مجرم فرار کرسکتا ھے اور نہ فیصلوں سے سرتابی اس وقت دنیا کے ھر ملك میں عدلیہ موجود ھے۔ لیکن یا تو عدلیہ کی گرفت مجرم پر مضبوط نہیں ھے یا عدلیہ میں صحیح فیصلے کی صلاحیت نہیں ھے، یا دونوں ھی نقص موجود ھیں بلکہ بعض مجرم عدلیہ کی شہ پر جرم کرتے ھیں۔
لیکن ایك ایسی عدلیہ جس کی گرفت بھی مجرم پر سخت ھو اور جو فیصلوں میں رو رعایت نہ کرتی ھو، فساد اور جرائم کے انسداد میں ایك اھم کردار ادا کرتی ھے۔
اگر یہ تینوں باتیں یکجا ھوجائیں، عادلانہ تقسیم۔ صحیح تربیت اور طاقت ور عدلیہ تو آپ خود فیصلہ کرسکتے ھیں کہ کتنے عظیم پیمانے پر جرائم کا سد باب ھوجائے گا اور سماج کی اصلاح میں کس قدر موثر اقدام ھوگا۔
روایات سے استفادہ ھوتا ھے کہ حضرت مھدی سلام اللہ علیہا کے زمانۂ حکموت میں یہ تینوں عوامل اپنے عروج پر ھوں گے۔

مدّتِ حکومت

احادیث میں حضرت کی حکومت کے سلسلے میں مختلف روایتیں ملتی ھیں۔ روایتیں 5 سال سے 309 سال (جتنے دنوں اصحاب کہف غار میں سوتے رھے) تك ھیں۔ یہ مختلف اعداد ھوسکتا ھے کہ حکومت کے مختلف مراحل کی طرف اشارہ کر رھے ھوں مرحلہ انقلاب مرحلہ استحکام اور مرحلہ حکومت ان تمام باتوں سے قطع نظر یہ ایك حقیقت ھے کہ مُدّتوں کا انتظار، یہ تیاریاں، یہ مقدمات کسی ایسی حکومت کے لئے زیب نہیں دیتے جس کی عمر مختصر ھو۔ حضرت کی حکومت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کی عمر یقیناً طولانی ہوگی تاکہ ساری زحمتیں ثمر آور ہوسکیں ویسے حقائق کا علم ذاتِ احدیت کو ہے۔

----

23. بحار الانوار ج52 ص330
24. بحار الانوار ج52 طبع جدید ص328
25. بحار الانوار ج52 طبع جدید ص 321
26. بحار الانوار ج52 ص336۔
27. بحار الانوار ج52 ص328
28. بحار الانوار ج52 ص336
29. بحار الانوار ج52 ص330
30. بحار الانوار ج13 ص186 مطبوعہ امین الضرب
31. سابق مآخذ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com